إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ

صرف اور صرف اللہ ہی مدد

شرک کیا ہے؟

محمد عطاء اللہ بندیالوی

المکتبۃ الحسینیہ
جامع مسجد حنفیہ بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا فون: 714161

صوبائی ڈویژنل دفتر
جمعیت اشاعت التوحید والسنہ
جامع مسجد سیدنا امیر معاویہؓ فاروقِ اعظمؓ روڈ سرگودھا فون: 717118

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

شرک کیا ہے؟

مؤلف
محمد عطاء اللہ بندیالوی

www.KitaboSunnat.com

شائع کردہ: جمعیت اشاعت توحید وسنت سرگودہا

جامع عربیہ ضیاء العلوم فاروق اعظمؓ روڈ سرگودہا

آئینۂ مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

سرگودھا شہر میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مرکز جامع مسجد حنفیہ بلاک ۱۸ کی صورت میں قائم دائم ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میرے والد مرحومؒ نے توحید و سنّت کے گلشن کی آبیاری کی اور شرک و بدعات کی جھاڑیوں کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا۔ ـــــ گذشتہ کچھ عرصہ سے میں نے اس مسجد میں ہر جُمعۃ المبارک کو بعد از نماز مغرب درسِ قرآن کے ایک سُنہری سلسلے کا آغاز کیا۔ ـــــ

رفتہ رفتہ قرآن کی مقناطیسی قوت نے عوام کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ ـــــ قرآن کے انوارات کی بارش سے فیض یاب ہونے کے لیے لوگ اس تعداد میں آنے لگے کہ یہ وسیع و عریض مسجد بھر گئی اور کچھ مواقع ایسے بھی آئے کہ مسجد کی وسعتیں تنگ دامنی کا اظہار کرنے لگیں۔ اس درس کی شہرت ملک کے طُول و عرض میں بلکہ بیرونِ ملک تک جا پہنچی۔ ـــــ ریکارڈ تعداد میں کیسٹیں دُور دراز کے علاقوں تک جانے لگیں۔ ـــــ موحدین کے سینے قرآن و حدیث کے نُور سے منّور اور ٹھنڈے ہونے لگے اور قصّے، کہانیاں، واقعات اور موضوع روایات کے شائقین جل بھُن گئے۔ ـــــ سچ کہا ہے اللہ ربُّ العزت نے۔ ـــــ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ (بنی اسرائیل:)

۱۴۲۱ھ کے رمضانُ المبارک میں ہمارے درس کا موضوع تھا شرک کیا ہے۔ موضوع کا یہ سلسلہ تقریباً دس درسوں میں اختتام پذیر ہوا۔ دوستوں کا مشورہ تھا کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ تاکہ دوسرے شہروں کے لوگ اور درس میں شامل نہ ہونے والے حضرات بھی اس اہم اور بنیادی موضوع سے واقفیت حاصل کر لیں۔

سچی بات یہ ہے کہ مومن کا سب سے بڑا سرمایہ، توحید ہے۔ باعثِ تخلیقِ کائنات توحید ہے۔ قیامت کے دِن باعثِ نجات یہی توحید ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد توحید ہے۔ تمام آسمانی کتب کا دعویٰ اور موضوع توحید ہے، بہشت کی کُنجی توحید ہے۔ شفاعت جس پر موقوف ہے وہ توحید ہے، اور دین کی پُوری عمارت کی بنیاد توحید ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شرک ظلمِ عظیم ہے، شرک اکبرُ الکبائر ہے، شرک ربّ کی بغاوت ہے، شرک ناقابلِ معافی جرم ہے، شرک ایمان کے لیے زہرِ قاتل ہے، شرک اعمالِ صالحہ کے لیے چنگاری ہے۔

اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ عوام کی اکثریت شرک کی حقیقت سے واقف نہیں۔ ـــــ اسی لیے وہ شرک کی نحوست و غلاظت اور اس کے ظلمِ عظیم ہونے کے اقرار کے باوجود شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ـــــ دنیا شرک کا بازار بن گئی ہے، چہار سُو شرک کے اڈے قائم ہیں اور لوگ توحید کے مقدس نام پر شرک کر رہے ہیں۔

ـــــ اور اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ منبر ومحراب کے وارث طبقہ نے اپنے مفادات کے لیے عوام الناس کی صحیح راہنمائی نہیں کی۔ ـــــ علماء میں سے ایک طبقہ ایسے عباد البطن لوگوں پر مشتمل ہے جو شرک و بدعات کی تردید تو کجا الٹا شرک و بدعات کی تائید بلکہ تبلیغ کرتے ہیں۔

علماء میں سے دوسرا طبقہ ایسے "شرفاء" پر مشتمل ہے جو حق کو پہنچاتے ہیں اور شرک و بدعات کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں۔ لیکن اپنے ذاتی مفاد، چندوں کے لالچ، جھوٹے وقار، اور خانقاہی نظام کو برقرار رکھنے کے لیے زبانوں پر چپ کی مہریں لگائے ہوئے ہیں۔ ـــــ انھوں نے اپنے خطبوں اور بیانات میں کبھی توحید کی حقیقت اور شرک کی وضاحت نہیں فرمائی۔ ـــــ بلکہ حیات النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، سماعِ موتیٰ اور بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل (بزعم خود) دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں۔

علماء کا تیسرا طبقہ ایسے متوکل علی اللّٰہ اور باہمت افراد پر مشتمل ہے جو دلائل کی پوری قوت کے ساتھ تقریراً اور تحریراً توحید و سنت کی اشاعت کرنے اور شرک و بدعات اور رسومات کے قلع قمع کے لیے ہمیشہ برسرپیکار رہا ہے۔ ـــــ اب بھی ہے اور انشاء اللّٰہ قیامت تک رہے گا۔ ـــــ اصحاب رسول اور تابعین کے بعد ـــــ امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ۔ ـــــ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، شاہ ولی اللّٰہؒ، شاہ عبدالقادرؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا گنگوہیؒ، مولانا حسین علیؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللّٰہ خانؒ، مولانا محمد طاہرؒ، مولانا محمد امیرؒ مولانا قاضی شمس الدینؒ، مولانا قاضی نور محمدؒ، مولانا سید عنایت اللّٰہ شاہ بخاریؒ، اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی اس سلسلہ میں خدمات سے کون واقف نہیں۔ ـــــ اور آج جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء اور مبلغین اس ذمہ داری کو پوری امانت، دیانت اور جرأت سے پورا کر رہے ہیں۔ آئیے! اس مقدس مشن اور عظیم الشان نصب العین کے حصول کے لیے ہمارا ساتھ دیجیے، تاکہ ہم پوری قوت اور اجتماعیت کو بروئے کار لا کر اپنی خوبصورت منزل حاصل کر سکیں۔ اللّٰہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

نوٹ چونکہ دروسِ قرآن کو تحریری شکل دی گئی ہے اس لیے بعض مقامات پر آیات کا لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ اس کا مفہوم اور وضاحتی ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ـــــ

محمد عطاء اللّٰہ بندیالوی

۲۸ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ بروز بدھ

کمپوزنگ بخطِ واسطی: گلستانِ کتابت (شعبۂ کمپیوٹر) چوک بلاک ۱۱ سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم الامین وعلی الہٖ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ قرآن مجید نے سب سے زیادہ زور توحید کے اثبات اور شرک کی تردید پر صرف کیا ہے۔ ـــــ یہی وہ حقیقت ہے جس کو منوانے کے لیے ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سید البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں لوگوں کو سمجھاتے رہے کہ عبادت و پکار کے لائق اور نذر و نیاز کا مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ ـــــ غرضیکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے پوری جرأت و بہادری سے توحید کی عظمت کو بھی بیان فرمایا اور شرک کی نحوست و غلاظت سے بھی لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

شرک:

شرک لغت میں آمیزش کرنا' یا دو آدمیوں کا ایک چیز میں حصے دار ہونا ـــــ کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں مخلوق میں سے کسی کو شریک' ساجھی اور حصے دار سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔ (تفصیل آگے آجائے گی۔ ان شاء اللہ)

کوئی مخلوق خواہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیاء' پیر ہوں یا پیغمبر' بزرگ ہوں یا فقیر' فرشتے ہوں یا جنات' زندہ ہوں یا اموات' چمکتا ہوا آفتاب ہو یا دمکتا ہوا چاند' ٹمٹماتا ہوا ستارا ہو یا زمین کے عظیم مظاہرِ قدرت' موجیں مارتا ہوا سمندر ہو یا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا' سربفلک پہاڑ ہوں یا ہیبت ناک غار' بڑے بڑے سایہ دار درخت ہوں یا شعلے اگلتی آگ' دودھ دینے والی گائے ہو یا شہ زور گھوڑا ـــــ غرضیکہ مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کی ذات یا صفات میں شریک اور ساجھی سمجھنا شرک ہے۔

جس طرح توحید ایمان کا جوہر' اسلام کی روح' اعمال و اخلاق کی جان اور عبادات کا مغز ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث نے سمجھایا کہ شرک ایمان کا قاتل' اعمالِ صالحہ کی بربادی اور ابدالآباد دوزخ میں رہنے کا سبب ہے۔

ہر گناہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اپنی رحمت اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف فرمادے گا مگر شرک کو کسی صورت میں بھی معاف نہیں کرے گا۔ ہاں اس کی معافی کی صرف ایک صورت ہے اور وہ ہے زندگی میں شرک سے توبہ کرلینا۔ اگر تمام زندگی شرک کی دلدل میں پھنسارہا اور شرکیہ اعمال کا مُرتکب رہا، اور زندگی کے آخری لمحات میں معافی مانگنے اور توبہ کرنے کی توفیق ہو گئی تو اللہ کریم ماضی کے تمام گناہ معاف کردے گا لیکن شرک کا مُرتکب بغیر توبہ کیے اس دُنیا سے رخصت ہوگیا تو پھر اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن گیا۔

شرک ناقابلِ معافی جرم:

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ"۔ (نساء:۱۱۶) "بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور شرک کے نیچے نیچے جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا"۔

ایک اور جگہ فرمایا: "اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ"۔ (مائدہ:۷۲) "بے شک جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا پس اللہ نے اس مشرک پر جنّت کو حرام کردیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں (مشرکین) کی مدد کرنے والا کوئی نہیں"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کتنے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ جو شخص میری ذات اور صفات میں مخلوقات میں سے کسی کو شریک کرتا ہے اور میری چادر کسی اور کے کندھے پر رکھنا چاہتا ہے اس بدبخت پر میں نے جنّت کی خوشبو بھی حرام قرار دے دی ہے اور ایسے بدنصیب کے لیے میدانِ محشر میں کوئی امدادی بھی نہیں ہوگا جو اس کی سفارش کرسکے۔

شرک ظلمِ عظیم:

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ ان میں پہلی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ"۔ (لقمان:۱۳) "کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک بہت بڑی بے انصافی ہے"۔

اس آیت میں شرک کو ظلمِ عظیم کہا گیا۔ ـــــ اور ظلم کہتے ہیں: "وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ"۔ کسی چیز کو اپنی مناسب جگہ پر نہ رکھنا اور غیر مناسب جگہ رکھ دینا۔ مثلاً کسی جاہل کو منبر پر بٹھا دینا یا جج کو ڈاکٹر کی کرسی پر بٹھا دینا یا کسی ان پڑھ کا وکالت کے منصب پر بیٹھنا یہ سب ظلم ہوگا۔ ـــــ تو پھر مخلوقات کو خالق کی صفات میں شریک بنانا اور اللہ کا حق بندوں کو دینا ظلمِ عظیم نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟

شرک اعمالِ صالحہ کے لیے چنگاری:

شرک کی غلیظ اور منحوس بیماری اور چنگاری نیکیوں کے ان گنت اور بے شمار ذخیرہ کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ ـــــ مشرکینِ مکہ نے بیتُ اللہ کی تعمیر اتنے اخلاص سے کی کہ اعلان کیا کہ کوئی شخص حرام کی کمائی میں سے تعاون نہ کرے۔ (عمدۃُ القاری جلد ا صفحہ ۲۱۵)

وہ حاجیوں کو ستو پلاتے تھے، آبِ زمزم پیتے تھے، حجرِ اسود کو بوسے دیتے تھے، صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے، بیتُ اللہ کی مجاورت کرتے مگر انھیں ان اعمال کا کوئی بدلہ اور اجر نہیں ملے گا اس لیے کہ وہ مشرک تھے اور شرک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو تو وہ نیکیوں کے لیے زہرِ قاتل ہے۔

اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام بھی شرک؟

میری اور آپ کی حیثیت ہی کیا ہے، قرآن نے اعلان کیا کہ اگر تمام مخلوقات میں سے افضل ترین لوگ ـــــ یعنی حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام سے بھی بالفرضِ محال شرک کا صدور ہوتا تو میں ان کے اعمال بھی ضائع و برباد کر دیتا۔

سورۃ انعام کی آیت ۸۸ میں اللہ رَبُّ العزت نے اٹھارہ اولوالعزم انبیاء کے اسماءِ گرامی ذکر فرمائے اور باقی انبیاءِ کرام علیہم السلام کا ذکر اجمالاً کیا۔ اور پھر فرمایا: "وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ"۔ ـــــ "اگر بالفرضِ محال میرے یہ محبوب پیغمبر بھی شرک کرتے تو میں ان کے اعمال بھی برباد کر دیتا"۔

اگر امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی شرک؟

پھر قرآنِ کریم میں ایک اور مقام پر اللہ رَبُّ العزت نے اپنے محبوب ترین اور آخری

پیغمبر امام الانبیاء، خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
"وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ"۔ (زمر:٦٥) "بے شک آپ ﷺ کو اور آپ سے پہلے انبیاء کو یہ حکم دیا جاچکا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

قارئینِ گرامی! آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ انبیاءِ کرام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ اور کسی قسم کی نافرمانی سرزد نہیں ہوتی۔ ـــــ ان آیتوں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا گیا ہے کہ شرک اتنا غلیظ اور قبیح گناہ ہے کہ اگر بالفرضِ محال اس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے بھی ہوتا تو میں ان کے اعمال بھی ضائع کر دیتا پھر تمھاری حیثیت کیا ہے؟ اس لیے اپنے اعمال و افعال کو شرک کی گندگی سے پاک صاف رکھو۔

مشرک کے لیے دعائے مغفرت:

آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرک کا کوئی عمل دربارِ الٰہی میں درجۂ قبولیت نہیں پاتا اور شرک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ ـــــ شرک کا مرتکب پیغمبر کا بیٹا ہو یا باپ وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا، شرک کا مرتکب پیغمبر کا چچا ہو یا اس کی رفیقۂ حیات وہ دوزخ کے سزاوار ہوں گے۔ ـــــ مشرک کے لیے بخشش کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، اسی لیے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اور مومنین کو واضح الفاظ میں سمجھایا گیا کہ مشرک کے حق میں دعاءِ مغفرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ـــــ کیونکہ جب میں نے اسے معاف ہی نہیں کرنا تو تمھاری دعا کا کیا فائدہ؟

امام الانبیاء ﷺ کے چچا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب (عبدِ مناف) کا حالتِ شرک میں انتقال ہوا تو اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا: "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ"۔ (توبہ:١١٣) "پیغمبر ﷺ اور مومنین کو لائق نہیں کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ مشرک دوزخی ہیں تو ان کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں"۔

کون نہیں جانتا کہ نبیِ اکرم ﷺ امام الانبیاء بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی،

رحمۃ للعالمین بھی اور شفیع المذنبین بھی، بعد از خدا بزرگ توئی کے مصداق بھی، مگر آپ کو اپنے چچا کے حق میں بخشش کی دعا مانگنے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ وہ حالتِ شرک میں دُنیا سے رُخصت ہوا اور اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون ہے کہ نہ مشرک کا اپنا کوئی عمل قبول ہے اور نہ کسی دوسرے کی دعا اس کے لیے مفید ہے۔

مشرک شفاعت سے محروم:

اسی طرح کسی مشرک کو قیامت کے دن اِمامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ ــــ کیونکہ شفاعت تو ہوتی ہے کسی گنہگار کی بخشش اور مغفرت کے لیے۔ اور اللہ ربُّ العزت نے مشرک کے لیے بخشش کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ اِمامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر پیغمبر کی ایک دعا لازماً قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر نبی نے اپنی مُستجاب دعا مانگنے میں جلدی کی اور انھوں نے دعا دُنیا ہی میں مانگ لی، مگر مَیں نے وہ مُستجاب دعا اپنی اُمت کے لیے قیامت کے دن شفاعت کی دعا کے طور پر محفوظ کرلی ہے"۔ "فَھِیَ نَائِلَۃٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَایُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا"۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۱۳) "میری وہ دعا اُمت کے ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جو اس حالت میں دُنیا سے رُخصت ہوا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنایا"۔

قارئینِ گرامی! تمام تحریر کا خلاصہ یہ نکلا کہ شرک ناقابلِ معافی جرم اور ظلمِ عظیم ہے۔ شرک اعمالِ صالحہ کے لیے زہرِ قاتل اور مشرک پر جنّت کی خوشبو بھی حرام ہے، شرک اتنا قبیح اور غلیظ گناہ ہے کہ اگر بالفرض انبیاء علیہم السّلام سے یا امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صادر ہو تا تو ان کے اعمال بھی برباد ہو جاتے۔ ــــ مشرک کے لیے بخشش مانگنے اور اس کا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ ــــ اور مشرک جس طرح رحمتِ الٰہی سے دور ہے اسی طرح امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی محروم ہوگا۔

شرک کیا ہے؟

شرک کی قباحت، غلاظت تو ہر شخص کو معلوم ہے۔ ــــ مگر شرک ہے کیا؟ ــــ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ ــــ حتیٰ کہ خود شرک کرنے والے کو بھی احساس نہیں ہوتا

کہ وہ شرک جیسے غلیظ عمل کا مُرتکب ہو رہا ہے۔ ـــــ مشرکین مکہ حج اور عمرہ کا احرام باندھتے ہوئے کہتے تھے۔ ـــــ "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ"۔ (مسلم جلد۱ صفحہ ۳۷۶)
"اے اللہ! مَیں تیرے دربار میں حاضر ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ تیرا کوئی شریک نہیں"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۴)

عام طور پر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ دو اللہ ماننے کا نام شرک ہے۔ ـــــ یا دو خالق اور دو رازق ماننے کا نام شرک ہے۔ ـــــ اگرچہ یہ بھی شرک ہے اور اعلیٰ درجے کا شرک ہے۔ ـــــ مگر شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ مخلوقات میں سے کسی نبی، ولی یا پیر فقیر کو غائبانہ اس عقیدے سے پکارنا کہ وہ میری پکار کو سُن رہا ہے اور میرے حالات کو دیکھ رہا ہے۔ ـــــ قرآنِ مقدس نے اسے شرک قرار دیا ہے۔ ـــــ ذرا دیکھیے سورۃ فاطر کی آیت ۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے: "وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ"۔ "(لوگو!) جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، جن جن کی تم نذریں اور نیازیں دیتے ہو ہاں جِن کے بارے میں تمھارا عقیدہ ہے کہ وہ کاروبار میں برکتیں ڈالتے ہیں، کھوٹی قسمتیں کھری کر دیتے ہیں، جن کو تم دستگیر، داتا، گنج بخش، غریب نواز اور لجپال کہتے ہو۔ ـــــ جن جن کو تم مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہو۔ ـــــ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ـــــ وہ کھجور کی گٹھلی کے اُوپر جو باریک سا پردہ ہوتا ہے اس کے مالک بھی نہیں"۔

تم کہتے ہو وہ اولاد دیتے ہیں، تم کہتے ہو وہ گھربار اور کاروبار میں برکتیں دیتے ہیں، تم کہتے ہو وہ بگڑی بنا دیتے ہیں، تم کہتے ہو وہ کھوٹی قسمتیں کھری کر دیتے ہیں۔ ـــــ ارے! یہ سب کچھ کرنا تو دُور کی بات ہے وہ تو کھجور کی گٹھلی کے حقیر سے پردے کے مالک بھی نہیں ہیں۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ـــــ تم کہتے ہو وہ حاجتیں پُوری کر دیتے ہیں اور مشکلیں ٹال دیتے ہیں، تم کہتے ہو وہ ہماری بات اللہ تک پہنچا دیتے ہیں ـــــ اور میں تمھارا رب کہتا ہوں اگر تم مصائب میں ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکاریں نہیں سنتے۔ ـــــ دُور سے

پکارو تب بھی نہیں سنتے اور قبر کے قریب پکارو، تب بھی نہیں سنتے۔ احاطۂ قبرستان کے باہر سے پکارو تب بھی نہیں سنتے اور قبرستان کے اندر جا کر پکارو، پھر بھی نہیں سنتے۔ ــــــ اور جو سن نہیں سکتا وہ تمھارے کام کیا آئے گا؟

آگے فرمایا: "وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ". "اور قیامت کے دن وہ بزرگ تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے"۔

"وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ". اور تجھے کوئی نہیں بتلائے گا جس طرح اللہ تعالیٰ خبردار بتلا رہا ہے۔ ــــــ کہ جن جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سے پردے کے مالک نہیں اور وہ دُور یا نزدیک سے تمھاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے۔

اس آیۂ کریمہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات میں سے کسی کو اس نظریے سے پکارنا کہ وہ غائبانہ میری پکار کو سن رہا ہے شرک ہے۔

سماعِ موتیٰ ـ شرک کا چور دروازہ:

نیز اس آیت نے سماعِ موتیٰ کے نظریے کی صاف طور پر تردید کر دی۔ ــــــ یاد رکھیے سماعِ موتیٰ کا عقیدہ شرک کے مکان کا چور دروازہ ہے۔ ــــــ اگر غیر اللہ کو پکارنے والے کا یہ نظریہ ہو کہ جس کو میں پکار رہا ہوں وہ میری پکار کو سن نہیں سکتا تو پھر اسے پکارے ہی کیوں؟ اس کے نام کی نذر و نیاز کیوں دے؟ غیر اللہ کے پجاری کا پہلا نظریہ ہی یہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں وہ میری پکار سن رہا ہے اور میرے حالات کو جان رہا ہے۔ ــــــ اسی لیے اللہ ربُّ العزت نے بھی شرک کی اس بنیاد پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا:

ــــــ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ ــــــ تیری حاجت براری تو تب کریں جب تیری پکار کو سنیں۔ ــــــ وہ تیری پکار کو نہیں سن سکتے۔ ــــــ مولا کب تک نہیں سنیں گے۔ ــــــ آج نہیں سنیں گے تو ہم جمعرات کو پکاریں گے۔ ــــــ جمعرات کو نہیں تو پھر شب براءۃ کو پکاریں گے۔ ــــــ مولا ہم ان کی قبروں پر دھرنا دے کر بیٹھ جائیں گے۔ ــــــ وہ کبھی تو سنیں گے۔

ــــــ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احقاف کی آیت ۵ میں جواب دیا: "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ". "اور اس سے

بڑا گمراہ کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ وہ ان کے پکارنے سے غافل اور بےخبر ہیں"۔

قرآن مجید نے انداز بدل بدل کر یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے کہ مردے دُنیا والوں کے حالات سے بےخبر ہوتے ہیں۔ ـــــ اور مُردے دُنیا والوں کا کلام اور پیغام یا کسی قسم کی گفتگو نہیں سن سکتے۔ ـــــ کبھی فرمایا: "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى"۔ ـــــ "میرے پیغمبرؐ بےشک آپؐ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے"۔ ـــــ کبھی فرمایا: "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ"۔ ـــــ "میرے پیغمبرؐ! آپؐ قبروں میں پڑے ہوؤں کو نہیں سنا سکتے"۔

اسی لیے حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے التکشف میں تحریر فرمایا ہے کہ: "جس جگہ سماعِ مَوتیٰ کے عقیدے سے شرک کے پھیلنے کا اندیشہ ہو وہاں انکارِ سماع واجب ہے"۔

کیا آج کے دَور میں سماعِ مَوتیٰ کا عقیدہ شرک کے بازار کو گرم رکھنے کا قوی سبب نہیں؟ تو پھر تعجب دیوبند کے نام لیواؤں پر ہے جو سماعِ مَوتیٰ کے عقیدے کا پرچار کر کے مشرکین کے بلا اجرت وکیل بنے ہوئے ہیں اور حضرت تھانویؒ کے فرمان سے اعراض کے مُرتکب ہو رہے ہیں۔ (مسئلہ سماعِ مَوتیٰ کی حقیقت جاننے کے لیے ہمارا رسالہ "سماعِ مَوتیٰ" پڑھیے۔)

مشرکینِ مکہ کا اصل شرک کیا تھا؟

آئیے دیکھیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جن لوگوں میں مبعوث فرمایا گیا ان کا اصل شرک کیا تھا؟

تقریباً اکیس سال مشرکینِ مکہ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین زبردست اختلاف اور تنازع رہا اور اختلاف اس طرح کہ باپ بیٹوں کے اور بیٹے باپ کے مخالف ہو گئے۔ بھتیجوں نے چچا کے خلاف اور چچا نے بھتیجوں کے مقابلے میں تلوار سونت لی، ماموں بھانجے کے خون کا پیاسا ہو گیا اور بھانجوں نے ماموں کے خلاف کمر کس لی، میاں بیوی تک ایک

دوسرے کے مخالف ہوگئے۔ــــ امام الانبیاء ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو ستایا گیا، مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، غموں اور دکھوں نے چین نہ لینے دیا، سوشل بائیکاٹ ہوئے، قتل کی تدبیریں سوچی گئیں، مشرکین نے آپ ﷺ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا، پھر مدینہ منورہ میں بھی سکھ کا سانس نہ لینے دیا گیا۔ جنگیں ہوئیں، ساتھی زخمی ہوتے رہے اور کچھ جامِ شہادت پیتے رہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر امام الانبیاء ﷺ قریشِ مکہ سے کیا بات منوانا چاہتے تھے؟ جس کو ماننے کے لیے وہ تیار نہیں تھے۔ــــ آخر ان کا کون سا قصور اور کون سی غلطی تھی جس کو شرک کہہ کے ان سے جنگ لڑنے کا حکم دیا گیا۔

قریشِ مکہ اللّٰہ کو مانتے تھے:

اکثر لوگوں کا حتیٰ کہ تعلیم یافتہ طبقہ کا بھی خیال یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ اللّٰہ کی ذات کے قائل نہیں تھے۔ اور امام الانبیاء ﷺ ان سے اللّٰہ کی ذات منوانا چاہتے تھے۔ ــــ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مشرکینِ مکہ اللّٰہ کی ذات کے قائل تھے وہ اپنے بچوں کے نام عبداللّٰہ رکھتے اور کعبہ کو بیتُ اللّٰہ کہتے تھے۔ــــ ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اللّٰہ کو نہیں مانتے تھے تو پھر مشرک کیسے ہوگئے؟۔ اپنے معبودوں کو کس کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ مشرک تو ہوتا ہی تب ہے جب مخلوقات کو اللّٰہ کے ساتھ شریک کرتا ہے۔

مشرکینِ مکہ اللّٰہ کی صفات کے بھی قائل تھے:

مشرکینِ مکہ خالق، رازق، مالک، محی، مُمیت، مُدبّر، رَب، حاکم، قادر، بارش برسانے والا صرف اور صرف اللّٰہ کو مانتے تھے۔

سورۃ یونس کی آیت ۳۱ میں ان کے عقیدے کو بیان کیا گیا: "قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ"۔ "میرے پیغمبر ان مشرکین سے پوچھیے کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے اناج نکال کر تمھیں روزی کون دیتا ہے تو ان کا یقینی جواب یہی ہوگا کہ ہمارا روزی رساں اللّٰہ ہے"۔

(یہ مشرکینِ مکّہ کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے اور ہمارے دَور کا کلمہ گو کہتا ہے۔ ؎

جہاں سے رزق بندوں میں خدا تقسیم کرتا ہے
وہاں مجھ کو نظر آئی کلائی اپنے خواجہ کی

فیصلہ آپ ہی فرمائیں کہ ابوجہل مشرک اور یہ عاشقِ رسُول۔ آخر کیوں؟)

میرے پیغمبرؐ! ان مشرکین سے دوسرا سوال کیجیے کہ تمھارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟۔ یعنی قوتِ سامعہ اور قوتِ باصرہ کس کی قدرت میں ہیں؟۔

میرے پیغمبرؐ! ان مشرکین سے تیسرا سوال فرمائیے کہ زندہ کو مردہ سے نکالنے والا' اور مردے کو زندے سے نکالنے والا (یعنی نطفہ سے اِنسان' انڈے سے چوزہ' جاہل سے عالم' کافر سے نبی کو پیدا کرنے والا کون ہے؟۔ اسی طرح انسان سے نطفہ' مادہ جانور سے انڈہ' عالم کے گھر جاہل اور نبی کے گھر کافر کو پیدا کرنے والا) کون ہے؟۔ تو ان مشرکین کا یقینی جواب یہ ہوگا کہ: "یہ سب کچھ کرنے والا اللّٰہ تعالیٰ ہے"۔

میرے پیغمبرؐ! ان مشرکین سے چوتھا سوال کیجیے کہ: "مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ"۔ "سب کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے"؟ ہر کسی کی بگڑی بنانے والا' کھوٹی قسمتیں کھری کرنے والا' بیماری و تندرستی بخشنے والا کون ہے؟ خوشی و غمی کس کے اختیار میں ہے؟ عزت و ذلت کا مالک کون ہے؟ اولاد دینا بادشاہی و گدائی' تخت و تاج بخشنا یا تختے پر چڑھانا یہ سب کچھ کس کے ہاتھ میں ہے؟ میرے پیغمبرؐ ان سے پوچھیے پورے جہان کا مُدبّر کون ہے؟ تو ان کا یقینی جواب یہی ہوگا کہ کائنات اور کارِ عالم کا مدبر صرف اور صرف اللّٰہ تعالیٰ ہے۔

(یہ مشرکینِ مکّہ اور ابوجہل کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے اور آج کا کلمہ گو کہتا ہے۔ ؎

ذی تصرف بھی ہے مُختار بھی ماذون بھی ہے
کارِ عالَم کا مدبّر بھی ہے عبدالقادر

(حدائقِ بخشش جلد ۲ صفحہ ۱۹)

فیصلہ قارئینِ کرام فرمائیں کہ ابوجہل کارِ عالَم کا مُدبّر اللّٰہ تعالیٰ کو مانتا ہے پھر بھی مشرک ہے اور یہ کارِ عالَم کا مُدبّر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا ہے اور پھر بھی عاشقِ رسُول ہے؟)

سورۃ مومنون کی آیت ۸۸ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کے ایک اور عقیدے کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے: "قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ"۔ "میرے پیغمبر! ان مشرکین سے پوچھیے کس کے ہاتھ میں ہے اختیار ہر چیز کا۔۔۔۔۔۔ اور کون ہے جو مصائب سے بچانے والا ہے اور کون ہے کہ وہ پکڑ لے تو اس سے کوئی چھڑا نہ سکے؟۔۔۔۔۔۔ میرے پیغمبر! ان کا یقینی جواب یہی ہوگا کہ ہر شئے کا مالک و مختار، اور پناہ دینے والا ایسا طاقتوں والا کہ وہ پکڑ لے تو کوئی چھڑا نہ سکے یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے"۔

(یہ مشرکینِ مکہ کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے اور آج کا کلمہ گو کہتا ہے۔ ؎

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ
محمدؐ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

فیصلہ آپ فرمائیں کہ ابوجہل کہے کہ اللہ پکڑ لے تو چھڑا کوئی نہیں سکتا۔ اس کے باوجود وہ مشرک ہے اور آج کا مسلمان کہلانے والا اس طرح کے شعر کہے تو پھر بھی محبِ رسول ہے؟)

مشرکینِ مکہ اللہ کو پکارتے بھی ہیں:

مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے تھے چنانچہ سورۃ انفال کی آیت ۳۲ میں ان کی ایک دعا کا تذکرہ ہوا جو بقول شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ انھوں نے میدانِ بدر کی طرف جاتے ہوئے مانگی: "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ"۔ "اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دے یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے"۔

قرآن مجید نے ایک اور جگہ ان کی پکار کا تذکرہ اس طرح فرمایا: "فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ"۔ (عنکبوت:۶۵)

جب مشرکینِ مکہ کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں (اور کشتی بھنور میں اور گرداب میں

پھنس جاتی ہے) تو خالص اسی پر اعتقاد رکھ کر اسی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب مولا کریم ان کو نجات دیکر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

قارئینِ گرامی! اللہ تعالیٰ مشرکین مکہ کی ایک حالت کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ خشکی پر نعمت و راحت کی حالت میں "یَا اِبْرَاهِیْمُ اُنْظُرْ حَالَنَا"۔ "یَا اِسْمَاعِیْلُ اَغِثْنِیْ"۔ "اُعْلُ هُبَلُ"۔ "لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ"۔ کے نعرے لگاتے تھے۔۔۔۔ مگر دریا کی موجوں میں گھر جاتے تو اپنے مُشکل کُشاؤں کو بھول جاتے اور خالص اللہ ہی کو پکارنے لگتے (مشرکینِ مکہ مصائب میں گھر جاتے یا کشتی بھنور میں آجاتی تو اپنے سفارشیوں کو بھول جاتے اور اللہ تعالیٰ کی خالص پکار کرتے۔۔۔۔ مگر آج کا کلمہ گو عین کشتی کے اندر نعرہ لگاتا ہے: بہاؤ الحق۔ بیڑا دھک، یا مُعینُ الدین چشتی۔ لگادے پار کشتی، بگرداب بلا افتاد کشتی۔ مدد کن یا مُعینُ الدین چشتی۔۔۔۔ اے مولا علی اے شیرِ خُدا۔ میری کشتی پار لگا دینا۔۔۔۔ یعنی وہاں عین موجوں میں گھر کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خالص پکار ہو رہی ہے اور یہاں گردابِ حوادث میں پھنس کر غیراللہ سے فریاد۔۔۔۔ اور اس کے باوجود وہ بدبخت مشرک ہیں اور ہم پکے مؤمن و مُوحّد؟)

مشرکینِ مکہ غلہ اور جانوروں میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے:

مشرکینِ مکہ زمین کی پیداوار، اور جانوروں میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے۔ قرآن نے اس کی گواہی دی ہے: "وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا"۔ (انعام:۱۳۶) "اور مشرکین مکہ ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور جانوروں میں سے ایک حصہ پھر کہتے یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے گمان میں اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کا ہے"۔

مشرکینِ مکہ کا اصل شرک:

پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرکینِ مکہ اللہ کی ذات و صفات کے قائل تھے، وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے تھے، اور مصائب میں گھر کر خالص اللہ کی پکار بھی کرتے تھے، وہ اپنی زمین کی پیداوار اور جانوروں میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ بھی نکالتے تھے۔

حدیث و تاریخ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکینِ مکہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی اور وہ حج و عمرے کے افعال بھی ادا کرتے تھے، چہروں پر ڈاڑھیاں سجاتے اور حاجیوں کو ستو پلایا کرتے تھے۔ مگر ان تمام اعمال و افعال کے باوجود وہ مشرک تھے اور قرآن نے انھیں مشرک کا خطاب دیا ہے آئیے آج قرآن ہی سے پوچھ لیتے ہیں کہ ان کا اصل شرک کیا تھا؟ چنانچہ سورۃ یونس کی آیت ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا:

"وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ"۔

"اور وہ مشرکینِ مکہ عبادت و پکار کرتے ہیں اللہ کے سوا اُن کی جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع دے سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔ میرے پیغمبر! آپ کہیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو بتلاتے ہو وہ چیز جو اللہ کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں (یعنی اللہ کو معلوم تو تب ہو جب زمین و آسمان میں کسی سفارشی کا وجود ہو) اللہ تعالیٰ پاک ہے اور برتر و بالا ہے۔ اس سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں"۔

اسی طرح سورۃ زمر کی آیت ۳ میں مشرکین مکہ کا عقیدہ و نظریہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ"۔

"اور جن لوگوں نے بنا لیے اللہ تعالیٰ کے سوا حمایتی اور کارساز (وہ مشرکین کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت و پکار صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں"۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ جن کی عبادت و پکار کرتے تھے وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں جانتے تھے۔ ــــــ بلکہ وہ ان کو غائبانہ صرف اس نظریے سے پکارتے اور وہ ان کی نذریں اور نیازیں صرف اس نظریے سے دیتے۔ ــــــ وہ ان کے سامنے جھکتے اور ان کی منتیں صرف اس عقیدے سے مانتے تھے کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیتے ہیں۔ ــــــ یہ اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو رد نہیں کرتا۔ ــــــ لہذا ہماری درخواست اور دعا ان کے آگے اور ان کی اللہ کے آگے۔ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں۔ قرآن پاک نے یہود و نصاریٰ کا عقیدہ کئی

جگہوں پر ذکر کیا کہ وہ اپنے اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ اللہ کے بیٹوں کی طرح ہیں۔ ــــــ "قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا"۔ ــــــ "یہود و نصاریٰ کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنالیا"۔ ــــــ بیٹا ہونا اور بیٹا بنالینا میں جو فرق ہے وہ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

اسی طرح مشرکینِ مکہ کا خیال تھا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیوں کی طرح ہیں یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ مکہ تینوں کا عقیدہ و نظریہ یہ تھا کہ جس طرح باپ اپنے کچھ اختیارات اپنی اولاد کے سپرد کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی کچھ اختیار انبیاءِ کرام اور ملائکہ کے سپرد کر دیے ہیں۔

اور جس طرح باپ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی سفارش اور مطالبے کو رد نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی انبیاءِ کرام اور ملائکہ کی سفارش کو نہیں ٹالتا۔ ــــــ چنانچہ سورت یونس کی آیت ۱۸ میں اس "سفارشی عقیدے" کو شرک قرار دیتے ہوئے فرمایا: "سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ"۔

آج کا کلمہ گو؟

آج بھی غیر اللہ کا پجاری یہی کہتا ہے کہ مصائب و مشکلات میں جن کو میں پکار رہا ہوں اور جن کی نذر و نیاز میں دے رہا ہوں یہ میری درخواست اور میری دعا کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔ ــــــ یہ خود نہیں دے سکتے اللہ سے دلوا دیتے ہیں۔ ــــــ یہ حاجتیں پوری کر نہیں سکتے اللہ سے کروا دیتے ہیں۔ میں تو ان بزرگوں کے واسطے اور وسیلے سے اپنی درخواست اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ ہم چونکہ گنہگار ہیں اور یہ بزرگ اللہ کے پیارے ہیں، اور اللہ ہماری سُنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں۔

ایک عقلی ڈھکوسلا:

بزرگانِ دین کو سفارشی سمجھ کر پکارنے والا طبقہ ایک عذر بلکہ عقلی ڈھکوسلا یہ پیش کرتا ہے کہ جناب! اگر آپ کسی بادشاہ یا گورنر سے ملنا چاہیں تو براہِ راست نہیں مل سکتے بلکہ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے زینہ بزینہ واسطے اختیار کرنے پڑیں گے پہلے کلرک اور اس کے سیکرٹری کو ملنا ہوگا۔ ــــــ اسی طرح اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بزرگانِ دین کا وسیلہ اور واسطہ اختیار کرنا پڑے گا۔ مگر یہ دلیل نہ صرف یہ کہ انتہائی

بودی ہے بلکہ احمقانہ بھی ہے۔ ـــــ اگر بادشاہ یا گورنر خود آپ کے پاس کھڑے ہوکر کہے کہ "مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو' اپنی درخواست پیش کرو میں منظور کرلوں گا" تو کیا اس وقت بھی آپ اس کے دفتر والوں کو' سیکرٹری کو اور وزیر کو ڈھونڈتے پھریں گے کہ وہ "واسطے اور وسیلے" آئیں تو ان کے واسطے سے درخواست پیش کروں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اللہ کے دربار تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت ہے یا براہِ راست بھی اس سے درخواست اور التجا کی جا سکتی ہے؟

وہ اعلان کرتا ہے: "اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"۔ "تم مجھے پکارو میں تمھاری پکاروں کا جواب دونگا"۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے: "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔ "پکارنے والا جب بھی (دن ہو یا رات' صبح ہو یا شام) مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو سُن کر جواب دیتا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تم مجھ سے براہِ راست (ڈائرکٹ) نہ مانگو یا جب مجھ کو پکارو تو نیک بندوں کے وسیلے اور واسطے سے (اِن ڈائریکٹ) پکارو۔ ـــــ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے کہ اس شخص سے بڑھ کر بدبخت اور بدنصیب اور کون ہوگا جس کے سامنے بادشاہ کھڑا کہہ رہا ہو کہ "اپنی درخواست پیش کرو" اور وہ پاگل اپنی درخواست پیش کرنے کے لیے مخلوق میں سے وسیلوں اور واسطوں کو ڈھونڈتا پھرے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی مثال بادشاہ یا گورنر یا ڈی سی سے دینے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اللہ ربُّ العزت نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: "فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ (نحل آیت ۷۴) "پس اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

خالق کو مخلوق پر' مسجُود کو ساجدین پر' مالک کو غلاموں پر اور رزّاق کو مرزوق پر قیاس کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ ـــــ تم نے کبھی نہیں دیکھا کہ بادشاہ اور گورنر کے دروازے پر تحریر ہوتا ہے۔ "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" اور اس نے اپنے دروازے پر

تحریر کیا: "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔ ــــ بادشاہ اور گورنر تھک کر چھٹی کرتے ہیں، اور وہ وَلَا یَئُودُہٗ حِفْظُھُمَا کا مصداق ہے۔

بادشاہ اور گورنر کی حکم عدولی زیردست کرے تو زیردست منت و سماجت کرتا ہے، اور وہ ہر روز نصف رات کے بعد سے صبح تک برابر آواز لگاتا ہے:

"ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَہٗ"

ایک اور عقلی ڈھکوسلا:

بزرگانِ دین کو سفارشی سمجھ کر پکارنے والے لوگ ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اللہ تک پہنچنے کے لیے بزرگانِ دین کے واسطے اور وسیلے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ــــ مگر یہ دلیل پہلی دلیل سے بھی بڑھ کر کمزور اور انتہائی احمقانہ ہے۔ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ چھت مجھ سے دُور ہے اور میں بغیر سیڑھی کے وہاں تک نہیں جاسکتا اور جس اللہ سے میرا معاملہ ہے وہ مجھ سے دُور نہیں بلکہ میرے قریب ہے اس نے قرآن میں اعلان فرمایا: "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ"۔ "میرے پیغمبر! جب لوگ آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو انھیں بتائیے کہ میں قریب ہوں"۔

وہ صرف قریب ہی نہیں بلکہ اتنا قریب ہے کہ رگِ جان اتنی قریب نہیں۔ ــــ ہم خود اپنی ذات سے اِتنے قریب نہیں جتنا وہ قریب ہے۔ ــــ ارشاد فرمایا: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"۔ (ق:۱۶) "اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے اس کے دل میں آتے ہیں۔ اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں"۔

قارئینِ کرام! ہماری اس گفتگو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مشرکینِ مکہ کا شرک یہ تھا کہ وہ اپنے معبودوں کو سفارشی سمجھ کر پکارتے تھے۔ ــــ اس لیے اللہ کے سوا کسی اور کو اس نظریے سے پکارنا کہ یہ میری درخواست کو غائبانہ سُن کر اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے، خواہ دُور سے پکارے یا قبر کے قریب سے پکارے شرک ہوگا۔

اصل اختلاف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں تھا:

آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرکینِ مکہ کو امام الانبیاء ﷺ سے اختلاف اللہ کی ذات یا اللہ کی صفات کے بارے میں نہیں تھا بلکہ قرآن کی کئی آیات اس پر گواہ ہیں کہ انھیں اختلاف "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے اعلان اور بیان میں تھا۔ ـــــ امام الانبیاء ﷺ نے کوہ صفا پر مشرکین سے اپنی صداقت و دیانت کی شہادت لینے کے بعد جب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اعلان فرمایا تو انھوں نے آپؐ پر پتھروں کی بارش برسا دی، تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمَ کے آوازے آنے لگے، اَنْتَ كَذَّابٌ، اَنْتَ مَجْنُوْنٌ کی پھبتیاں کسی جانے لگیں، صابی، شاعر اور ساحر کے فتوے لگنے لگے، ہر ستم آپؐ پر توڑا گیا اور ہر ظلم روا رکھا گیا۔

حالانکہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے کلمات میں ان کے کسی معبود کا نام تک نہیں تھا، نہ امام الانبیاء ﷺ نے ان کے کسی معبود پر تنقید فرمائی کہ جن کو تم پوجتے ہو وہ عبادت و پکار کے لائق نہیں، وہ عالم الغیب اور مختارِ کل نہیں، وہ تمھاری پکار کو سُن نہیں سکتے، اللہ کے سوا کسی اور کو مدد کے لیے مت پکارو۔ ـــــ نہ آپ نے یہ فرمایا کہ تمھارے معبود نذر و نیاز کے لائق نہیں، لہٰذا اُن کے نام کی نذر و نیاز نہ دو۔ ـــــ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے کلمہ میں جب ان کے کسی معبود پر تنقید تو کجا نام تک کا تذکرہ نہیں تھا۔ ـــــ پھر مشرکین مکہ یہ کلمہ سن کر اس قدر پا کیوں ہو گئے؟ آئیے آپ کو اس حقیقت سے آگاہ کریں مشرکینِ مکہ کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ وہ عربی دان تھے اور عربی ان کی مادری زبان تھی، وہ "اِلٰه" کا معنی اور مفہوم بخوبی جانتے تھے اور الٰہ کے پیچھے "لا" اور آگے صرف "اللّٰه" کا استثناء ـــــ سُن کر وہ سمجھ گئے کہ یہ کلمہ ہمارے مشکل کُشاؤں کے پلے کچھ بھی نہیں چھوڑتا۔

اسی لیے یہ کلمہ سُن کر وہ چیخ اٹھے: "اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ"۔ (ص:۵) "کیا محمد کریمؐ نے بہت سے معبودوں کا ایک معبود بنا دیا یہ بات تو بڑی عجیب ہے"۔ اللہ رب العزت نے ان کی تکلیف کا تذکرہ اس طرح فرمایا: "اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ"۔ (الصافات:۳۵) "جب مشرکین کے سامنے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو

تکبّر و غرور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (نعوذباللہ) ہم محمدؐ جیسے شاعر اور مجنون کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں“۔

اور آج کا کلمہ گو چونکہ عربی زبان سے ناواقف ہے اس لیے ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ کی ضربیں لگاتا ہے مگر ”اِلٰہ“ کا معنی اور مفہوم نہیں سمجھتا۔ اسی لیے:

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور شرک بھی کرتا ہے۔

وہ نادان ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور قبروں مزاروں اور تعزیوں پر سجدے بھی کرتا ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ کے وظیفے بھی پڑھتا ہے اور غیراللہ کے لیے نذر و نیاز بھی تقسیم کرتا ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ کے ورد بھی کرتا ہے اور داتا گنج بخش، دستگیر غوثِ اعظم غیراللہ کو سمجھتا ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور اللہ کے سوا اوروں کو عالم الغیب اور مُختارِ کُل سمجھتا ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور مُشکل کُشا، حاجت روا اوروں کو جانتا ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور غیراللہ کو غائبانہ حاجات میں پکارتا بھی ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور یا علی مدد یا پیر مدد یا رسُول اللہ مدد کے نعرے بھی لگاتا ہے۔

وہ ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ بھی پڑھتا ہے اور اس طرح کے شعر بھی پڑھتا ہے۔ ؎

اللہ کے پلے میں دھرا وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدؐ سے

وہی جو مستوی تھا عرش پر خدا بن کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ بن کر

چونکہ آج کا کلمہ گو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ" کا صحیح معنی اور مفہوم نہیں سمجھتا اس لیے وہ شرک کا مُرتکب ہوتا ہے۔

اِلٰہ۔معبود کا صحیح مفہوم:

اس لیے ضروری ہے کہ اِلٰہ (معبود) کا وہ معنی و مفہوم جو قرآن نے بیان کیا ہے آپ کے سامنے بیان کیا جائے۔ ہم اِلٰہ کا معنی معبود کرتے ہیں اور معبود وہ ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے۔۔۔۔ اس لیے عبادت کا مفہوم سمجھ آگیا تو معبود اور اِلٰہ کا مفہوم خود بخود سمجھ آجائے گا۔ یاد رکھیے! ہر وہ تعظیم اور ہر وہ کام عبادت بنے گا جو دو عقیدوں کے ساتھ کیا جائے گا۔۔۔۔ پہلا عقیدہ یہ کہ جس ذات کے لیے یہ تعظیم اور یہ کام کر رہا ہوں وہ عالمُ الغیب ہے اور اس کو مجھ پر غیبی تسلُّط حاصل ہے۔۔۔۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس کو نہیں دیکھ رہا۔ دوسرا عقیدہ یہ کہ جس ذات کے لیے یہ تعظیم اور یہ کام کر رہا ہوں وہ مُختارِ کُل ہے۔۔۔۔ یعنی میرا نفع و نقصان اس کے ہاتھ میں ہے بلکہ وہ مُتصرّف فی الامور ہے۔ ان دو۲ عقیدوں کے ساتھ آپ جو کام اور جو تعظیم بھی کریں گے یہ دو عقیدے اس تعظیم کو عبادت بنا دیں گے۔۔۔۔ ان دو عقیدوں کے ساتھ اللّٰہ کے سوا کسی اور کی تعظیم کرو گے تو وہ تعظیم اس کی عبادت بن جائے گی اور کلمے کا انکار ہو جائے گا جس میں اقرار کیا تھا۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ"۔

مزید وضاحت:

تھوڑی سی مزید وضاحت کر دوں تاکہ کسی ذی ہوش پر کوئی بات مخفی نہ رہے۔ یہ دو صفتیں عالمُ الغیب، مُختارِ کُل جس میں پائی جائیں وہ معبود اور اِلٰہ ہوتا ہے۔۔۔۔ اور اِلٰہ کے سوا کسی اور میں یہ صفتیں نہیں پائی جاتیں۔

تفصیل کے لیے قرآن پاک کے ان مقامات کو بغور دیکھیں: سورۃ بقرہ:۲۵۵، سورۃ آل عمران:۲، سورۃ انعام:۱۲ تا ۱۹، سورۃ طٰہٰ:۲، سورۃ قصص:۶۸، سورۃ نمل:۲۵، سورۃ نحل:۱۷، سورۃ نمل:۶۰، سورۃ فرقان:۳، سورۃ فاطر:۱۳۔

یاد رکھیے! جو کام اللّٰہ کے لیے عبادت ہوں گے وہ کام غیر اللّٰہ کے لیے کرو گے

تو شرک ہوگا اللہ کے آگے سجدہ کرنا عبادت ہے۔۔۔۔۔ غیر اللہ کے لیے شرک ہوگا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا اور اس کے نام کی نیاز دینا عبادت ہوگا تو غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینا شرک بنے گا۔۔۔۔۔ فقہ حنفی کی کتب نے تصریح کی ہے۔ "وَالنَّذْرُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لِغَيْرِ اللّٰهِ شِرْكٌ صَرِيْحٌ وَكُفْرٌ قَبِيْحٌ"۔ "نذر و نیاز عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت واضح شرک اور کفر ہے"۔

"یا اللہ مدد" کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اس عقیدے کے ساتھ کہ وہ غائبانہ میری پکار کو سُن رہا ہے اور میری مدد کرنے پر قادر بھی ہے یہ پکار عبادت بنے گی۔۔۔۔۔ تو پھر "یا علی مدد" "یا پیر مدد" کے ساتھ آواز لگانا کہ وہ میری پکار کو غائبانہ سُن رہے ہیں، شرک ہوگا۔۔۔۔۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی: "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ"۔ "لوگو! پکارنا ہی عبادت ہے"۔۔۔۔۔ اب اللہ کو غائبانہ پکارنا عبادت ہوگا تو غیر اللہ کو غائبانہ پکارنا ان کی عبادت بن کر واضح شرک ہو جائے گا۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے شرک کی وضاحت کس طرح فرمائی:

یہی بات حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے موضح القرآن میں بیان فرمائی۔۔۔۔۔ وہ "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ"۔ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: "پہلے مسلمان اور کافر میں نسبت ناطہ جاری تھا اس آیت سے حرام ٹھہرا، اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔

شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے۔ مثلاً کسی کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے مختار جان کر"۔

مفتیِ اعظم ہندؒ نے فرمایا:

مفتیِ اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دُور و نزدیک سے سُن لیتے ہیں۔۔۔۔۔ سب شرک ہے"۔

(تعلیم الاسلام صفحہ ۱۵۵ مکتبہ قاسمیہ لاہور)

شرک کی اقسام

شرک فی الذات

شرک کی پہلی قسم شرک فی الذات ہے یعنی اللہ کی ذات میں مخلوق میں سے کسی کو شریک کرنا ـــــ جس طرح یہود و نصاریٰ کے علماء اور گدی نشینوں نے پہلے اپنے اپنے نبیوں کو اللہ کا بیٹا تسلیم کروایا اور پھر کہا: "نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ"۔ ـــــ "ہم بھی اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے اور لاڈلے ہیں"۔

قرآن پاک نے مشرکین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وَ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الۡجِنَّ وَ خَلَقَہُمۡ وَ خَرَقُوۡا لَہٗ بَنِیۡنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوۡنَ"۔ (انعام:۱۰۰) "اور ان مشرکین نے جنّوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا حالانکہ جنات کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے۔ اور ان لوگوں نے بغیر کسی دلیل کے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں، حالانکہ اللہ پاک اور برتر ہے ان نسبتوں سے جو مشرکین بیان کرتے ہیں"۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بےہودہ عقیدے کا رد اس طرح فرمایا: "اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ؕ وَ خَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ"۔ "اس کا بیٹا کہاں سے اور کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے"۔

آج کا کلمہ گو:

یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ مکہ نے اپنے اپنے انبیاء کو اور فرشتوں کو اللہ کی اولاد قرار دیا اور اس طرح شرک فی الذات کے مُرتکب ہو کر مشرک ٹھہرے اور آج کے کلمہ گو انبیاء و اولیاء کو اللہ کے بیٹے اور اولاد کہنے کی جسارت تو نہ کر سکے مگر محبت میں غلو کا شکار ہو کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو "نُوۡرٌ مِنۡ نُوۡرِ اللّٰہِ"۔ کا مصداق ٹھہرایا اور اس طرح شرک فی الذات کے مُرتکب ہوئے۔ ـــــ چنانچہ قرآن نے ان تمام باطل نظریات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: "قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ" "میرے پیغمبر اعلان کر دو اللہ یکتا ہے، اللہ سب سے بےنیاز ہے (اور سب اس کے محتاج ہیں) نہ اس

کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ (یعنی نہ اس سے کوئی نکلا اور نہ وہ کسی سے نکلا) اور اس کا کوئی ہم سر اور برابر نہیں ہے"۔

شرک فی الدعاء:

اگر آپ قرآن مجید کا گہری اور دقیق نظر سے مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عبادت کی دو قسموں کو بہت زیادہ بیان فرمایا ہے۔ــــ پہلی قسم جس کو قرآن مجید نے انداز بدل بدل کر' دلائل کے زیور سے آراستہ کر کے اور تمثیلات کا روپ بخش کر بیان فرمایا ہے وہ "مسئلۂ پکار" ہے کہ زندگی کے ہر ہر موڑ پر اور ہر حالت میں خالص میری پکار کرو۔ــــ تمھاری پکاروں کو غائبانہ میرے سوا سننے والا اور قبول کرنے والا کوئی نہیں اس مسئلے کو بیان کرتے ہوئے کہیں فرمایا: "فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ"۔ (حٰمٓ مومن:۱۴) میں اللہ جو بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہوں' زبردست' بڑے درجوں والا' عرش عظیم کا مالک اور ساری کائنات کا مُدبّر اس کا حکم نامہ ذرا غور سے سنو! ــــ اگر اس حکم نامہ کو مان لوگے تو حاملینِ عرش ملائکہ تمھاری مغفرت کے لیے دعا گو ہوں گے۔ ــــ اور اگر اس حکم نامہ کو تسلیم نہیں کروگے تو پھر قیامت کے دن "فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ"۔ پکارتے پھروگے۔ ــــ وہ حکم نامہ کائنات کی روح ہے۔ ــــ اب سنو! وہ حکم نامہ کیا ہے: "فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ"۔ ــــ "پس ہر حال میں پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت"۔ ــــ قرآن مجید نے اس مسئلۂ پکار کو اسی سورۃ حٰمٓ مومن کی آیت ۶۰ میں اس طرح بیان فرمایا: "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ"۔ "اور تمھارا رب کہتا ہے مجھ کو پکارو میں تمھاری پکاریں قبول کرتا ہوں' بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے (یعنی میری پکار میں غیروں کو شریک بناتے ہیں) وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر"۔

اس آیتِ کریمہ کو ایک بار پھر پڑھیے۔ ــــ اللہ ربّ العزت نے آیت کے پہلے حصے میں "اُدْعُوْنِيْ" کہہ کر اپنی پکار کا حکم دیا' اور آیت کے دوسرے حصے میں عَنْ عِبَادَتِيْ کہہ کر یہ ثابت کیا ہے کہ مصائب و حاجات میں غائبانہ پکارنا عبادت ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دُعا یعنی پکار کو عبادت فرمایا:
"اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ"۔ ـــــ "پکار کا نام ہی عبادت ہے"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حٰمٓ مومن کی اسی آیت کو بطور دلیل تلاوت فرمایا۔

ایک اور جگہ پر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: "وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔ (بقرہ:۱۸۶) "میرے پیغمبر! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو آپ انھیں جواب دیں کہ میں ان کے قریب ہوں اور ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب بھی دیتا ہوں"۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: "وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ"۔ (اعراف:۱۸۰) "اور اللہ ہی کے لیے ہیں نام (یعنی صفتیں) اچھے پس اللہ کو اس کی صفتوں اور ناموں کے ذریعے پکارو اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کج روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں (یعنی اس کی صفات اور اس کے مخصوص ناموں کا اطلاق غیر اللہ پر کرتے ہیں اللہ کے سوا کسی کو داتا، گنج بخش، لجپال، دستگیر، غوثِ اعظم کہتے ہیں۔)

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور اس بات کے سمجھانے پر دیا کہ غائبانہ حاجات میں خالص میری پکار کرو۔ ـــــ میں ہی تمھاری پکاروں کو سنتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔ ـــــ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو سمجھانے کے لیے جہاں مثبت انداز اختیار فرمایا وہاں کہیں کہیں منفی رنگ بھی اپنایا۔ ـــــ دیکھیے ایک ہی جگہ پر آپ دونوں انداز اور دونوں رنگ ملاحظہ فرمائیں گے۔

"لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ"۔ (رعد:۱۴) اسی اللہ کا پکارنا حق اور سچ ہے۔ (اگر آپ اس سے پہلی آیات کا مفہوم و مطلب دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ نے وہاں اپنی صفات اور کاریگریوں کے تذکرے فرمائے ہیں اور له دعوة الحق میں ان آیات کا نتیجہ اور ثمرہ بیان فرمایا کہ لوگو! عالم الغیب والشهادة میں ہوں، بادلوں کو فضاؤں میں اٹھانے والا اور بجلی کو چمکانے والا میں ہوں، بجلی کو زمین پر گرانے والا

میں ہوں تو پھر غائبانہ پکار کے لائق بھی میں ہی ہوں۔
آگے اللہ تعالیٰ نے منفی رنگ اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا یہ مشرکین پکارتے ہیں وہ اپنے پکارنے والوں کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔۔۔۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔۔۔ فرمایا غیراللہ کو پکارنے والے کی مثال اس پیاسے آدمی کی طرح ہے جو پیاس کی شدت سے پاگل ہو کر پانی کو آواز لگاتا ہے اور پانی کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ پانی خود بخود اس کے مُنھ تک آجائے۔ (وہ اتنا نہیں سوچتا کہ جس کنویں کی منڈیر پر وہ کھڑا ہے وہاں رسّی اور ڈول نہیں ہے اور جب تک رسّی اور ڈول نہ ہو تو پانی باہر نہیں آسکتا اسی طرح غیراللہ کا پجاری اِتنا نہیں سوچتا کہ جن کو وہ آواز لگا رہا ہے ان میں رُوح والی رسّی اور ڈول تو ہے نہیں۔
جس طرح پانی کو آواز دینے والے کی آواز نہ پانی سُن سکتا ہے اور نہ اس کی پیاس بجھا سکتا ہے۔ اسی طرح غیراللہ کے پجاری کی پکار نہ اس کے مشکل کُشا سُن سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔
آیت کے آخر میں "وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ"۔ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگایا جو غائبانہ حاجات میں غیراللہ کو پکارتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔
ایک اور جگہ پر ارشادِ باری اس طرح ہوا: "وَ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا"۔ (جن:۱۸) "اور بے شک مسجدیں اللہ کی خالص یاد کے لیے ہیں پس مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو بھی"۔ یعنی مسجدیں اللہ کے گھر ہیں، ان میں پکار اور ذکر بھی اسی کا ہونا چاہیے اور کسی موقع پر بھی اللہ کے سوا مخلوقات میں سے کسی کو نہیں پکارنا چاہیے۔
آج لوگوں نے مساجد کے مین دروازوں پر اور محراب کی پیشانی پر جلی حروف میں تحریر کر دیا ہے۔ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شَيْئًا لِلّٰهِ" "اے شیخ عبدالقادر جیلانی مجھے عطا کر تجھے اللہ کا واسطہ ہے"۔ اور کسی مسجد کے دروازے پر لکھ دیا گیا: "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا" "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا" "اے اللہ کے رسولﷺ! میرے حال کو دیکھیے" اور "اے اللہ کے رسولﷺ! میری بات کو سنیے"۔

حیرت اور تعجب کی انتہا ہے کہ اللہ کے گھر میں غیر اللہ کی غائبانہ پکار اور استعانت اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اللہ کا واسطہ اور وسیلہ دے کر سوال ـــــ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ایک اور مقام پر فرمایا: "وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ"۔ (یونس:۱۰۶) "اور مت پکار اللہ کے سوا ان کو جن کے ہاتھ میں تیرا نفع نقصان نہیں ہے۔ پھر اگر تو ایسا کرے گا (یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو غائبانہ پکارے گا) تو اس وقت تو بھی ظالموں میں سے ہوگا"۔ (اس لیے کہ غیر اللہ کی غائبانہ پکار شرک ہے اور شرک ظلم عظیم ہے)

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے سوا دوسروں کو غائبانہ پکارنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ـــــ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ"۔ (مومنون:۱۱۷) "اور جو شخص اللہ کے ساتھ پکارے کسی اور معبود کو جس کی سند اور دلیل بھی اس کے پاس کوئی نہیں پس اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک کافر فلاح نہیں پاتے"۔

اس مختصر سے کتابچہ میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ میں قرآن مجید کے مختلف مقامات سے ان آیات کو تحریر کروں جن میں اللہ رب العزت نے یہ حکم دیا ہے کہ حاجات و مشکلات میں غائبانہ صرف اور صرف مجھے پکارو۔ ـــــ اور کئی آیات میں منفی رنگ اختیار کر کے غیر اللہ کی پکار سے منع فرمایا ہے۔ مگر میری اس گفتگو سے اتنی بات تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مصائب و مشکلات میں اس عقیدے سے اللہ کو پکارنا کہ وہ غائبانہ بغیر آلات و وسائل کے میری پکار کو سنتا ہے یہ پکار عبادت ہے اور صرف اللہ کا حق ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی انسان یا جن یا فرشتے کو ـــــ کسی نبی اور ولی یا شہید کو اس عقیدے سے پکارے گا کہ وہ بغیر اسباب کے غائبانہ میری پکار کو سنتے ہیں، تو یہ پکار غیر اللہ کی عبادت بن کر شرک ہوگی، اور پکارنے والا مشرک ہو جائے گا۔ اور اس کا نام ہوگا شرک فی الدعاء۔

شرک فی المال:

عبادت کی دوسری قسم جس کو قرآن نے اہتمام سے بیان فرمایا وہ ہے مسئلہ نذر

و نیاز یعنی اپنے مال و جائیداد میں سے، زمین کی پیداوار میں سے، اپنے جانوروں اور باغات میں سے حصہ صرف اور صرف اللہ کے نام پر نکالو! نذر و نیاز کے لائق اگر کوئی ذات ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ـــــ منت ماننی ہے تو صرف اللہ ربّ العزت کے لیے۔ ـــــ مریم کی ماں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نانی نے کہا تھا۔ ـــــ "رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا"۔ ـــــ یہ کہنا کہ میرا مریض تندرست ہوگیا، یا میں مقدمے سے بری ہوگیا تو اللہ کے لیے ایک دیگ اتاردوں گا۔ اس کا نام نذر ہے اور اسے منت بھی کہتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی نذر و نیاز دینا حرام ہے اور دینے والا مشرک ہوگا۔ قرآن مجید کی لاتعداد آیات اس پر گواہ ہیں۔

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ"۔

(بقرہ:۱۷۳) "اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مُردار کو اور خون (دمِ مسفوح) کو اور خنزیر کے گوشت کو (اس لیے کہ مقصودی چیز گوشت ہی ہوتا ہے) اور جس شے پر پکارا جائے غیر اللہ کا نام"۔

رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "وَمَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ"۔ میں "ما" سے مُراد کلمہ لیا ہے اور معنیٰ اس طرح کیا ہے "جس کلمہ کے ذریعہ غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کے لیے آواز اونچی کی جائے ایسا کلمہ بولنا بھی حرام ہے۔ ـــــ مثلاً میں پیران پیر کے نام کی گیارہویں دوں گا یا امام جعفر کے کونڈے بھروں گا یا میرا مریض ٹھیک ہوگیا تو داتا دربار پر دیگ اتاردوں گا یا یہ جانور فلاں بزرگ کے عُرس پر لے جاؤں گا، ایسا جملہ اور کلمہ بولنا بھی حرام ہے وہ چیز تو بدرجۂ اَولیٰ حرام ہوگی"۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز عقل کے بھی خلاف:

غیر اللہ کی نذر و نیاز قرآن و حدیث کے خلاف تو ہے ہی انسانی عقل کے بھی خلاف ہے انصاف اور عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ نذر و نیاز اس کے نام کی دو جس نے سب کچھ عطا فرمایا ہے جب ہر شے کا خالق وہی ہے، جب ہر چیز کا رازق اور مالک وہی ہے تو نذر و نیاز بھی اسی کے نام کی ہونی چاہیے۔

جب آسمان سے بارش برسا کر اور سُورج کی آتشیں کرنوں سے فصل کو پکانے والا وہی ہے، جب اندھیری زمین کا سینہ چیر کر دانے کو باہر نکالنے والا وہی ہے، جب ایک دانے کو سات سو دانوں میں بدلنے والا وہی ہے، جب زمین کو پانی پر ٹھہرانے والا اور ڈولتی زمین پر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے والا وہی ہے، چاند کو ضیاء پاشیاں اور ستاروں کو جگمگاہٹ بخشنے والا وہی ہے جب زمین اس کی اور آسمان اس کا، چاند اس کا اور سُورج اس کا، جب بادل اس کے اور بارش برسانے والا وہی جب باغات، فصلیں اور اناج اگانے والا وہی تو پھر پیداوار اور دولتِ دُنیا میں سے نذر و نیاز بھی اسی اللّٰہ کے نام پر دو۔

جب جانوروں کا پیدا کرنے والا وہی ہے ـــــ جب چارے کو اگانے والا وہی ہے جب اصل غذا کو گوبر سے اور دُودھ کو خون سے الگ کر کے "لَبَنًا خَالِصًا"۔ ہمارے برتن میں ڈالنے والا وہی ہے تو پھر اس دُودھ کو بطور نذر و نیاز تقسیم بھی اسی اللّٰہ کے نام پر ہونا چاہیے۔

قرآن اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے: "وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ"۔ (نحل:۵۶) "اور ٹھہراتے ہیں یہ مشرکین ہماری دی ہوئی روزی میں سے ایک حصہ ان کے نام پر جن کو اُن کی نذر و نیاز دینے کا کوئی علم ہی نہیں"۔

اور کچھ مفسّرین نے اس کا معنی اس طرح بھی کیا ہے: "اور ٹھہراتے ہیں یہ مشرکین ہماری دی ہوئی روزی میں سے ایک حصہ ان کے نام پر جن کی حقیقت کا ان کو کوئی علم نہیں"۔

غرضیکہ نذر، نیاز، منت، چڑھاوا ـــــ یہ سب مترادف الفاظ ہیں۔ اور ان سب کا معنی ایک ہے۔ یعنی اپنے مال میں سے غائبانہ اللّٰہ کا خوف کھا کر حصہ اسی کے نام پر نکالنا ہے۔ اور منت بھی اسی کے نام کی مانی ہے۔ ـــــ یہ نذر نیاز اور منت عبادت ہے اور عبادت صرف اور صرف اللّٰہ کا حق ہے، اس لیے علماءِ اُمت نے غیر اللّٰہ کی نیاز اور نذر کو کفر اور شرک کہا ہے۔ ـــــ چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیے۔

"اَلنَّذْرُ لِغَيْرِ اللهِ حَرَامٌ لِاَنَّهٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْكُفْرِ لِاَنَّ هٰذَا عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لِغَيْرِ اللهِ كُفْرٌ"۔ (خلاصة الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۳۷۸) "غیر اللّٰہ کی نذر حرام ہے۔ کیونکہ نذر

عبادۃ ہے' اور غیر اللہ کی عبادت کفر ہے"۔
بحر الرائق نے لکھا: "وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِلْمَخْلُوْقِ"۔ "نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ نذر عبادۃ ہے اور عبادۃ مخلوق کے لیے نہیں ہوتی"۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی نذر و نیاز دینا شرک ہوگا اور اس کو شرک مالی کہیں گے۔

شرک فی الدعا اور شرک مالی کا پس منظر:

شرک فی الدعا (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غائبانہ حاجات میں پکارنا) اور شرک مالی (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نذر و نیاز دینا یا کسی کی منت ماننا) کے پیچھے یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں اور جس کے نام کی نذر و نیاز دے رہا ہوں۔ وہ میرے حالات سے باخبر اور واقف ہے۔ (یعنی عالم الغیب ہے) اور نفع و نقصان اس کے ہاتھ میں ہے۔ (یعنی مختارِ کل اور متصرف فی الامور ہے۔) اس لیے قرآن مجید نے بھی مشرکین کے اس بنیادی شرکیہ عقیدہ کی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

شرک فی العلم:

قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں کہ ذرے سے لے کر آفتاب تک، قطرے سے لے کر سمندر تک، حشرات الارض سے لے کر حاملین عرش تک، تحت الثریٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک، زمین کی پستی سے لے کر عرش کی بلندی تک۔۔۔۔ غرضیکہ ازل سے ابد تک اور عدم سے موجود تک ہر ہر چیز کا تفصیلی کُلی اور محیط علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔۔۔۔ "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ"۔ اس کی صفت اور "اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ"۔ اسی کی شان ہے۔۔۔۔ "وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" اس کا مقام اور "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ"۔ اس کا اعلان ہے۔۔۔۔ وہ کہتا ہے "اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ"۔

(جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو میں سب کچھ جانتا ہوں)

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی تمام مخلوق کے تمام ظاہر و باطن، گزشتہ و آئندہ کے حالات و واقعات سے باخبر ہے۔۔۔۔ وہی جانتا ہے آسمان کی وسعتوں کو، ستاروں کی تعداد کو، جنت کے طول و عرض کو، سورج اور چاند کی منزلوں کو۔۔۔۔ وہی جانتا ہے زمین کی

وسعت کو، زمین میں دفن خزینوں کو، ما تحت الثریٰ تک کے حالات کو، وہی جانتا ہے اس زمین میں سمندروں دریاؤں، نہروں، چشموں کی تعداد کو، وہی جانتا ہے زمین میں اگنے والے ایک ایک درخت اور گھاس کے ایک ایک تنکے کو، درختوں کے پتوں کو، جب درخت سے کوئی پتہ گرتا ہے وہ اس پتہ کو بھی جانتا ہے اور درخت سے ٹوٹ کر زمین تک آتے ہوئے اس نے راستے میں کتنی کروٹیں بدلی ہیں اسے بھی جانتا ہے۔

کائنات کے ایک ایک ذرے کا تفصیلی علم حتیٰ کہ سورج کی شعاؤں کے ایک حقیر ترین ذرے کا کُلی علم صرف اور صرف اللّٰہ کے پاس ہے۔

ذرا قرآن کریم کا ایک مقام ملاحظہ فرمائیے: "وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ"۔ (انعام:۵۹) "اور غیب کی چابیاں اللّٰہ ہی کے پاس ہیں انھیں کوئی نہیں جانتا اللّٰہ کے سوا، اور وہی جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اور درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں ہے جس کا اللّٰہ کو علم نہ ہو اور زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے اللّٰہ باخبر نہ ہو، خشک و تر ہر شے اللّٰہ کے علم میں ہے"۔

ایک اور جگہ پر اپنے علم کی وسعت کو اس طرح بیان فرمایا: "يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ"۔ (سبا:۲) اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ داخل ہوتا ہے زمین میں (یعنی مُردے، بارش کے قطرے، بیج وغیرہ) اور جو کچھ نکلتا ہے اس سے (یعنی پانی، اناج وغیرہ) اور اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ اترتا ہے آسمان سے (فرشتے، کتب، روزیاں، بارش، اولے، برکات، بجلیاں) اور اللّٰہ جانتا ہے جو کچھ چڑھتا ہے آسمان میں (یعنی ملائکہ، اعمالِ صالحہ ارواح وغیرہ) اور وہی ہے رحم کرنے والا بخشنے والا"۔

سورۃ سبا کی آیت ۳ میں اسے اور واضح فرمایا: "عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ"۔ "(میرا رَب) جو عالم الغیب ہے غائب نہیں ہو سکتا اس سے کچھ ذرہ برابر بھی آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چھوٹی چیز اس ذرے سے بھی اور نہ بڑی چیز جو نہیں ہے کھلی

کتاب (علم الٰہی) میں"۔

ایک اور مقام پر اپنے عالم الغیب ہونے کو اس طرح بیان فرمایا: "اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ"۔ (رعد:۸۔۱۰) "اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں اٹھاتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور جو بڑھتے ہیں (یعنی پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، مکمل تخلیق ہو چکی ہے یا ابھی نامکمل ہے، تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ مدت میں) اور ہر چیز کا اس کے یہاں اندازہ ہے، اللہ جاننے والا غیب اور ظاہر کا (یعنی جو چیز مخلوق سے غیب ہے اور مخلوق کے سامنے ہے سب کو اللہ جانتا ہے) سب سے بڑا برتر و بالا، برابر ہے تم میں سے جو آہستہ بات کرے یا زور سے بات کرے، اور جو چھپ رہا ہے رات میں اور جو گلیوں میں پھر رہا ہے دن کے وقت"۔ (سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے)

یہ سب کچھ جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا اس مسئلے کا اثباتی پہلو ہے اور اس سے دُنیا کے کسی شخص کو بھی انکار نہیں کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور کائنات کا کوئی ذرہ بھی اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ"۔ (آل عمران:۵) "وہ دِلوں کے بھید اور بھید سے بھی پوشیدہ تر شے تک کو جانتا ہے"۔ "فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى"۔ (طٰہٰ:۷)

قرآن مجید میں اللہ ربُّ العزت نے اس مسئلے کے منفی پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ"۔ "لوگو! ہر ہر چیز کا کلی اور مکمل علم ـــــ آسمان زمین کا، دریاؤں اور پہاڑوں کا، خشکیوں اور سمندروں کا، انسانوں جنات اور ملائکہ کا، چرندوں، پرندوں اور درندوں کا، نباتات، جمادات اور حشرات الارض کا مکمل اور تفصیلی علم تو دُور کی بات ہے۔ ـــــ مخلوقات میں سے کوئی نبی اور ولی، کوئی فرشتہ اور جن، کوئی زندہ اور مُردہ کسی ایک چیز کا۔ ـــــ ہاں ایک چیز اور چیز بھی حقیر سے حقیر تر۔ ـــــ معمولی سے معمولی شے کا تفصیلی اور کُلی علم کسی کو حاصل نہیں ہے"۔

کسی ایک درخت کا اور درخت کے پتے کا مکمل علم، ریت کے ایک ذرے کا محیط علم، بارش کے ایک قطرے کا، گھاس کے ایک تنکے کا، پہاڑ سے گرنے والے ایک کنکر کا، حشرات الارض میں سے ایک کیڑے اور چیونٹی کا، اڑنے والی ایک مکھی اور کاٹنے والے ایک مچھر کا تفصیلی، مکمل اور محیط علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

"وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ ـــ إِلَّا بِمَا شَاءَ ـــ"۔ ہاں مخلوقات کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا وہ چاہتا ہے۔ ـــ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علم انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرماتا ہے۔ ـــ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت میں سے سب سے بڑھ کر اگر کسی ہستی کو علم سے نوازا گیا تو وہ امام الانبیاء ﷺ کی ذاتِ گرامی قدر ہے۔ ـــ آپ کو غیب کی بے شمار خبروں پر اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے۔ مگر اسے اطلاع علی الغیب کہتے ہیں علمِ غیب نہیں۔ اطلاع علی الغیب اور علمِ غیب میں جو فرق ہے اسے ملحوظِ خاطر رکھا جائے تو مسئلہ بخوبی سمجھ آسکتا ہے کہ علمِ غیب خاصہ خداوندی ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو غیب کی خبروں پر اطلاع دیتے ہیں۔

قرآن نے واضح الفاظ میں غیر اللہ سے علمِ غیب کی نفی فرمادی: "قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ"۔ (نحل:۶۵) "میرے پیغمبر آپ اعلان کریں کہ آسمانوں والے اور زمین میں رہنے والے غیب کو نہیں جانتے سوائے اللہ کے اور ان کو تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے"۔

قرآن مجید نے مختلف انبیاء اولیاء اور ملائکہ کے واقعات کو بیان کرکے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ باوجود غلوِ مرتبت کے عالم الغیب نہیں تھے۔ ـــ اگر وہ عالم الغیب ہوتے تو سیدنا آدم علیہ السلام ابلیس کے دھوکے میں نہ آتے، سیدنا نوح علیہ السلام کو "فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمًا"۔ (جس چیز کا تم کو علم نہیں اس کے بارے مجھ سے سوال مت کیجیے) کا جواب نہ سننا پڑتا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کے لیے بچھڑا تل کر نہ لاتے، حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کی آمد سے پریشان نہ ہوتے، حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم سیدنا یعقوب علیہ السلام کو نہ اٹھانا پڑتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہُدہُد کے معاملے

میں پریشان نہ ہونا پڑتا' سیدنا زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی خوش خبری ملنے کے بعد علامات نہ پوچھنی پڑتیں' سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کا لقمہ نہ بننا پڑتا' حضرت عزیر علیہ السلام سو سالہ موت کے بعد "لَبِثْتُ يَوْمًا"۔ جواب نہ دیتے' حضرت خضر علیہ السلام "مَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِيْ"۔ نہ کہتے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میدانِ محشر میں "كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ"۔ نہ کہنا پڑتا۔ ____ ہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب ہوتا تو ملائکہ "لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا"۔ کبھی نہ کہتے' جنات کے بارے "فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ"۔ (سبا:۱۴) نہ فرمایا جاتا۔ اگر اللہ کے سوا کوئی اور بھی عالم الغیب ہوتا۔ ____ تو اصحاب کہف تین سو نو سال سونے کے بعد "لَبِثْنَا يَوْمًا"۔ کبھی نہ کہتے۔ ____ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم جبریلِ امین کو دیکھ کر "اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ"۔ کبھی نہ کہتیں۔ ____ سیدنا اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ بیٹے کی خوش خبری پاکر تعجب کبھی نہ کرتیں۔

ان تمام قرآنی واقعات کو پڑھ کر ادنیٰ عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء' ملائکہ' جنات اور اولیاء میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں!

اگر اللہ تعالیٰ علمِ غیب کی صفت مخلوقات میں سے کسی کو عطا فرماتا تو یقیناً وہ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی۔ ____ جو صرف نبی نہیں امام الانبیاء ہیں' جو صرف رسول نہیں خاتم المرسلین ہیں' جو شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین ہیں' جو سید الاولین والآخرین ہیں' جن کی نبوت ساری دُنیا کے لیے ہے' جن کا جھنڈا میدانِ محشر میں بھی سب سے اونچا ہوگا' جو مصطفیٰ بھی مرتضیٰ بھی مجتبیٰ بھی اور محبوبِ خدا بھی ہیں' جو "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مصداق ہیں۔ مگر اللہ رب العزت نے آپ کی زبان سے بھی اعلان کروایا: "قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ"۔ (انعام:۵۰) "میرے پیغمبر آپ لوگوں سے کہیں کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ"۔ (اعراف:۱۸۸)
"میرے پیغمبرؐ! آپﷺ اعلان کریں کہ میں اپنی جان کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا۔ (مراد دُنیوی نفع اور دُنیوی بھلائیاں ہیں) اور مجھ کو کبھی بھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی"۔ (مراد دُنیوی نقصان اور تکلیف ہے)

ان دونوں آیتوں سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ اپنی زبان مقدس سے بحکمِ الٰہی اعلان فرما رہے ہیں کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔

—— اگر آپؐ عالم الغیب ہوتے تو مسجدِ ضرار میں نماز پڑھانے کا وعدہ کبھی نہ فرماتے۔

عبداللہ بن اُبَی کے جنازے کے لیے کبھی تشریف نہ لاتے۔

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ" الخ آیات نازل نہ ہوتیں۔

"وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ"۔ (مدینہ کے اندر کچھ منافقین ہیں جن کو آپﷺ نہیں جانتے ہم انھیں جانتے ہیں۔) نہ کہا جاتا۔

اگر آپﷺ عالم الغیب ہوتے تو بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر کبھی نہ چھوڑتے۔

سیدہ عائشہؓ پر طوفانِ بدتمیزی کے سلسلہ میں پریشان نہ ہوتے۔

"عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ"۔ نہ فرمایا جاتا۔

"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ"۔ (ہم نے آپؐ کو شعر کہنے کا علم نہیں دیا۔) نہ فرمایا جاتا۔

ستر صحابہؓ شہید نہ ہوتے، طعام میں زہر نہ دیا جاتا۔

قارئینِ کرام! قرآن و حدیث کے کس کس واقعہ کا تذکرہ کروں عقل مند کے لیے ایک اشارہ ہی کافی ہو جاتا ہے۔ —— ان تمام واقعات و دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر ہر شے کا کلی اور مکمل علم صرف اور صرف اللہ ربُّ العزت کے پاس ہے۔ —— وہی "عَالِمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" ہے۔ —— اور علمِ غیب کی صفت اسی کے ساتھ خاص ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی کو بھی عالم الغیب یا عالم ما کان و ما یکون سمجھتا ہے یا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ فلاں بزرگ کو میرے پکارنے کا علم ہے یا میری نذر و نیاز دینے سے وہ باخبر ہے تو یہ عقیدہ شرک ہوگا اور اسے شرک فی العلم کہا جائے گا۔

شرک فی التصرف:

غیر اللہ کو پکارنے والے اور غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینے والے کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں اور جس کے نام کی نذر و نیاز میں دے رہا ہوں وہ مُتصرّف فی الامور اور مُختارِ کُل ہے یعنی میرا نفع نقصان اس کے ہاتھ میں ہے، وہ داتا اور گنج بخش ہیں، بگڑی بنانا اور کھوٹی قسمت کھری کرنا ان کے اِختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ مشرکین کے اس عقیدے اور نظریے کی تردید فرمائی اور یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ دُنیا کے تمام تر اُمور میں تصرف (غائبانہ) اور کامل اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

اولاد دینا، صحت بخشنا، روزی پہنچانا، عزت و ذلت سے ہمکنار کرنا، بوقت مقابلہ فتح و شکست دینا، بارش کا برسانا اور فصلوں کو بڑھانا، بادلوں کو ہانکنا اور ہواؤں کا چلانا، موسموں کو بدلنا اور رات دِن کو گھٹانا بڑھانا، موت و حیات کے فیصلے کرنا، تختے پر چڑھانا اور تخت پر بٹھانا یہ سب کچھ اللہ ربُ العزت کے ہاتھ میں ہے اور قرآن کی آیات اس پر گواہ ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (حجر:۲۱) اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور اتارتے ہیں ہم اندازۂ معین پر۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی۔ (طٰہٰ:۶) اسی اللہ کا ہے (ملکا و تصرفا) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے۔

ایک اور جگہ پر اپنے اختیارات کا تذکرہ اس طرح فرمایا: قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ (آل عمران:۱۵۴) میرے پیغمبرؐ! اعلان کیجیے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

قرآن نے انداز بدل بدل کر اس حقیقت کو سمجھایا ہے۔

کہیں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (حج) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

کہیں فرمایا: یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ۔ (السجدۃ:۵) تدبیر سے اتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک۔

کہیں فرمایا: وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (آل عمران:۲۶)______

کہیں فرمایا: وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ. اور جس کو اللہ ذلیل کر دے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں۔

کہیں فرمایا: وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى اور وہی ہے جو لوگوں کو ہنساتا اور رُلاتا ہے۔______ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا اور وہی ہے جو مارتا اور زندہ کرتا ہے۔______ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى. اور وہی ہے جس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ ایک بوند سے جو ٹپکائی جاتی ہے اور اس اللہ کے ذمہ ہے دوسری بار اٹھانا۔______ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى اور وہی ہے جس نے دولت دی اور خزانہ۔

اور کہیں فرمایا: يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا. (حٰمٓ شوریٰ:۴۰۔۵۰) اور جس کو چاہتا ہے اللہ بیٹیاں بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

کہیں فرمایا: فَسُبْحَانَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (یاسین) شریکوں سے پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے مکمل اختیار ہر چیز کا۔

اور کہیں فرمایا: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

اور کہیں فرمایا: وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

مسئلے کا منفی پہلو:

یہاں تک اس مسئلے کا مثبت پہلو بیان ہوا جس میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے حتیٰ کہ مشرکینِ مکہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ ہر چیز کی بادشاہی اور ہر شے کی باگ ڈور اللہ کے اختیار میں ہے اور وہی کائنات میں ہر شئی کی تدبیر کر رہا ہے۔ (دیکھیے سورۃ مومنون:۸۸ اور سورۃ یونس:۳۱)

مگر یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ جب تک کسی مسئلے کا منفی پہلو سامنے نہ آئے

اس وقت تک مسئلہ واضح نہیں ہوتا۔ ـــــ اسی لیے اللہ ربّ العزت نے اس مسئلے کا منفی پہلو قرآن میں بیسیوں جگہ بیان فرمایا کہ میرے سوا متصرف فی الامور، نفع و نقصان کا مالک، رات اور دن کے نظام کو چلانے والا، سورج اور چاند کی نگرانی کرنے والا، بگڑی بنانے والا، کسی چیز کا مالک و مختار اور کوئی نہیں۔ ـــــ مخلوقات میں سے کوئی بڑا یا چھوٹا ایسا نہیں جو زبردستی مجھ سے کوئی بات منوا لے، تختِ بادشاہی پر میں خود قائم ہوں اور میں نے اپنا کوئی اِختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔ ـــــ کسی کے ہاتھ میں اولاد بخشنے، صحت و بیماری اور مقدمے سے رہائی دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر فرمایا: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ (الفاطر:۲) اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی جس رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو اس کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور (جس رحمت) کو روک دے تو اس کے بعد اسے جاری کرنے والا کوئی نہیں۔

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (انعام:۱۷) اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچادے تو اس کو سوائے اس کے دُور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر اللہ تجھے کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ (سبا:۲۲) میرے پیغمبر! کہہ (ان غیر اللہ کے پجاریوں سے) کہ پکارو تم ان لوگوں کو جن کے مُتعلق تم گمان رکھتے ہو۔ (کہ ہماری مصیبتیں ٹال دیتے ہیں) سوائے اللہ کے، وہ تو ایک ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے زمین و آسمان میں۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔ (بنی اسرائیل:۵۶) میرے پیغمبر! کہہ! بلاؤ ان کو جن کے مُتعلق تم گمان اور دعویٰ کرتے ہو سوائے اللہ کے پس وہ اِختیار نہیں رکھتے تکلیف اور سختی کو تم سے ہٹانے کا اور نہ بدل ڈالنے کا۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۔ (فرقان:۳) اور ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے سوا بنا لیے ہیں معبود جو نہیں پیدا کر سکتے کچھ اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ مالک نہیں اپنی جان کے لیے نہ نقصان کے اور نہ نفع کے اور وہ اختیار نہیں رکھتے موت و حیات کا اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کا۔

ایک اشکال کا مختصر جواب:

شاید کوئی کور باطن اور مذہبی بہروپیا یہ کہہ کر سادہ لوح لوگوں کو ورغلائے کہ ان آیات میں من دون اللہ سے بُت مراد ہیں۔ تو اس کی تسلی کے لیے چند مفسرین کے حوالہ جات تحریر کر دیتا ہوں، وہ تسلی کر لے۔

رُوحُ المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۲، قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۶، مظہری جلد ۸ صفحہ ۵۰، ابنِ کثیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۵ تفسیر مدارک جلد ۴ صفحہ ۱۹۵، تفسیر بیضاوی جلد ۴ صفحہ ۴۶، تفسیر خازن صفحہ ۴۶۔

ان تمام مفسرین نے فرمایا ہے کہ ان آیات میں دون اللہ اور من دونہ سے مراد ہر وہ معبود ہے جس کی مشرکین عبادت و پکار کرتے ہیں۔ یعنی ملائکہ، جنات، عیسیٰ، مریم عزیر۔ ــــ کیا ان مہربانوں سے میں پوچھ سکتا ہوں جو بُت بُت کی رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ عیسائی اور یہودی کس کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ کیا العیاذ باللہ حضرت عیسیٰ اور عزیر بُت تھے؟ پھر امامُ الانبیاء ﷺ نے زندگی کے آخری لمحات میں فرمایا: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِهِمْ مَسَاجِدًا۔ (بخاری) اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ کے الفاظ پر ذرا غور فرمائیے، اور پھر ان مہربانوں کی امانت و دیانت کی داد دیجیے، جو فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تو بُتوں کے پجاری تھے۔ اب جس کا جی چاہے وہ امامُ الانبیاء ﷺ کی بات کو تسلیم کر لے اور جس کا جی چاہے وہ آج کے نام نہاد "علماء" کی بات پر ایمان لے آئے۔

امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختارِ کُل نہیں!

آپ قرآن مجید کی پانچ آیات سُن چکے ہیں جن میں اس حقیقت کو کھول کر بیان کیا گیا کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی ہر ہر شے کا مالک و مختار ہونا تو دُور کی بات ہے ایک معمولی ذرے کا مالک بھی نہیں ہے۔ آخری آیت میں کتنی وضاحت سے اِرشاد فرمایا کہ وہ اپنی جان کے نفع نقصان کا اِختیار نہیں رکھتے!۔ مخلوقات میں سب سے اعلیٰ اور برتر ہستیاں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ہیں مگر حالات و واقعات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ وہ بھی مختارِ کُل نہیں ہیں۔ ـــــــ

اگر وہ مُختارِ کُل ہوتے تو سیدنا نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو راہِ راست پر لے آتے یا اسے طوفان سے بچا لیتے۔ سیدنا ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں مبتلا نہ رہتے، سیدنا زکریا علیہ السلام کو بیٹے کے حصول کے لیے عاجزیاں نہ کرنی پڑتیں، سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں رو رو کر سُفید نہ ہوتیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ نہ کہنا پڑتا، سیدنا لوط علیہ السلام کو اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ کی دُہائی نہ دنی پڑتی، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لَا تَخَفْ کہہ کر تسلی نہ دنی پڑتی، سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کا لقمہ نہ بننا پڑتا۔

اگر اللہ کے سوا کوئی اور مُختارِ کُل ہوتا تو جبریلؑ کو وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے) نہ کہنا پڑتا!۔

غرضیکہ انبیاء و اولیاء اور فرشتے جنات مُختارِ کُل نہیں ہیں۔ ـــــــ اب کسی شخص کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو سکتا تھا کہ یہ تسلیم ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی مُختارِ کُل نہیں ہے۔ ـــــــ مگر ہمارے پیغمبر تو امامُ الانبیاء اور خاتمُ المرسلین ہیں۔ ـــــــ وہ تو سید الاولین و الآخرین ہیں۔ شاید یہ منصب اور یہ وصف آپ ﷺ کو عطا کیا گیا ہو۔ ـــــــ تو آئیے قرآن مجید کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ ـــــــ

سورۃ اعراف آیت ۱۸۸ میں آپ ﷺ سے اعلان کروایا گیا: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ میرے پیغمبر! آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی جان کے لیے نفع اور نقصان کا اِختیار نہیں رکھتا مگر وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا۔ (جن:۲۱)

میرے پیغمبر! اعلان کیجیے! بے شک میں تمھارے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا!۔

ان دونوں آیتوں سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ امام الانبیاء ﷺ اپنی جان کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ ——— ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اگر آپؐ مختارِ کل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کو لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ (آل عمران) (آپؐ کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں ہے) نہ کہنا پڑتا۔ ——— آپؐ اگر متصرف فی الامور ہوتے تو پھر وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ کے ساتھ آپؐ کو خطاب نہ کیا جاتا۔ ——— عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ۔ (نہ کہا جاتا۔ ——— اگر آپؐ مختارِ کل ہوتے تو مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ (توبہ) وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا۔ (توبہ) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ ——— لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ (توبہ) والی آیات نازل نہ ہوتیں۔ اگر آپ مختارِ کل ہوتے تو اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان کر لیتے اور اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (قصص) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے) نہ اترتی۔

——— غرضیکہ قرآن پاک کی کئی آیات اور تاریخِ نبویؐ کے کئی واقعات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ متصرف فی الامور اور مختارِ کل نہیں ہیں۔ اور اگر آپؐ کو یہ منصب عطا نہیں ہوا تو پھر مخلوقات میں سے کوئی دوسرا مختارِ کل اور متصرف فی الامور کس طرح ہو سکتا ہے؟۔

خلاصہ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی کو متصرف فی الامور، مختارِ کل، نفع و نقصان کا مالک، کھوٹی قسمت کھری کرنے والا سمجھنا شرک ہے۔ اور اس کو "شرک فی التصرف" کہتے ہیں۔

شرک فی الحیاۃ:

ہمیشہ زندہ رہنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہی ہے جو ایسا زندہ ہے جس کی ابتداء اور انتہاء کوئی نہیں، جس پر موت نہیں آئے گی۔ ——— قرآن مجید میں ارشاد ہوا: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (فرقان:۵۸) اور بھروسہ کر ایسے زندہ پر جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

ایک اور جگہ پر دوسرا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن:۲۶) جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ اور باقی رہنے والی ہے ذات تیرے رب کی، جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ اب جو شخص انبیاء اور اولیاء کے لیے بھی حیاتِ ابدی کا عقیدہ رکھے اور کہے کہ ان پر موت نہیں آتی یا ایک آن کے لیے آتی ہے اور پھر ان کو حسی، حقیقی ظاہری دُنیوی حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ یا امام الانبیاء ﷺ اس ظاہری، حقیقی، حسی دُنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور جہاں جس جگہ چاہیں سیر کریں اور جس طرح چاہیں تصرف کریں تو یہ عقیدہ شرکیہ ہوگا اور اسے شرک فی الحیاۃ کہتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے غُنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ اہلِ تشیّع کا یہ عقیدہ ہے کہ: اِنَّ اَئِمَّتَنَا لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ اِلٰى مَكَانٍ۔ — ہمارے امام مرتے نہیں بلکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

یہی کچھ اہلسنّت کے مدعی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء پر موت صرف ظاہری طور پر آتی ہے حقیقت میں وہ برقع تبدیل کرتے ہیں۔ (یا) پردہ فرما جاتے ہیں اور قبر میں اسی جسدِ عنصری کے ساتھ حسی، ظاہری، حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور جہان میں تصرف کرتے ہیں۔

(قرآن میں شہداء کی حیات اور احادیث میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی حیات کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا اس سے مراد دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیاتِ برزخیہ کہتے ہیں۔ یہی تمام علماءِ اہلِ سُنّت کا نظریہ ہے۔)

شرک فی العادت

انسان جو معاملہ دنیا کے کاموں میں اپنے اللہ سے رکھتا ہے اور جس طرح اس کی تعظیم کرتا ہے ایسا معاملہ اور ایسی تعظیم غیراللہ کی کرے گا تو شرک ہوگا۔ مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ اپنے ہر احسن کام میں اللہ کو یاد رکھیں، خوشی و مسرت کے مواقع پر اسی کے نام کا حصہ نکالنا، اپنے بچوں کے ناموں کی نسبت اللہ کی طرف کرنا (یعنی عبداللہ، عبدالرحمان، اللہ بخش، اللہ داد) کسی کام کے کرنے میں اس کی مشیّت کا ذکرنا (یعنی اللہ نے چاہا تو میں فلاں کام کروں گا) اور یہ سمجھنا کہ صحت و بیماری، خوشحالی و بدحالی، فتح و شکست، نفع و نقصان، خوشی و غمی

سب اللہ کے اختیار میں ہے اور کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہی ہوتا ہے جو ربُ العزت چاہتا ہے۔

پھر اگر کوئی شخص کوئی کام کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہ کی جگہ 'یا علی مدد' کہے اپنی اولاد کا نام عبدالنبی' امام بخش' پیر بخش' عطا محمد (وغیرہ) رکھے' یا اپنے مال و اسباب میں سے غیراللہ کی نیاز دے' اور نفع و نقصان کی نِسبت ان کی طرف کرے۔ (کہ مجھے جو کچھ دے رکھا ہے سب میرے حضرت صاحب کی نظرِ کرم ہے' پیر صاحبؒ فلاں کو نواز دیا اور فلاں کو برباد کر دیا)

یا یوں کہے کہ اللہ رسُول نے چاہا تو یہ کام ہو جائے گا یا کسی کو رخصت کرتے ہوئے کہے اللہ رسُول دے حوالے' یا کہے اللہ نبی وارث' اللہ تے پنجتن پاک دا سہارا۔ ـــــ یہ سب کام شرک فی العادت کہلائیں گے۔

چنانچہ امام الانبیاء ﷺ کے سامنے ایک شخص نے کہا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں۔

آپؐ نے فوراً اس سے منع فرمایا اور کہا۔ ـــــ اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا یہ جملہ کہہ کر تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔ ـــــ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَمَاشَآءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ (نسائی' ابنِ ماجہ' مشکوٰۃ) اس طرح نہ کہا کرو کہ جو اللہ چاہے اور جو محمد کریم ﷺ چاہیں' بلکہ اس طرح کہا کرو: "جو اللہ اکیلا چاہے"۔

امامُ الانبیاء ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے جملے اور کلمات استعمال کرنے شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔

شرک فی الحلف:

حلف اٹھانے والا اور قسم کھانے والا اپنے عہد و پیمان پر اور اپنی بات کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بلکہ ضامن ٹھہراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ (نحل:۹۱) اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد مت توڑو اور بے شک تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

گویا کہ قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب اور مختارِ کُل سمجھتا ہے۔ ــــــ اسی لیے غیر اللہ کی قسم ممنوع و حرام بلکہ شرک ہے۔ ــــــ کیونکہ غیر اللہ کی قسم کھانے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کے نام کی میں قسم اٹھا رہا ہوں وہ میرے اس قول و قرار سے باخبر ہے اور اگر میں نے اپنے قول کی خلاف ورزی کی تو وہ مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۷۱) جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا اس نے شرک کیا۔

شرک فی الطواف:

اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لیے بیت اللہ کا طواف اس نظریے سے کرنا کہ اللہ رب العزت مجھے دیکھ رہا ہے عبادۃ ہے اور یہ صرف اور صرف مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ــــــ بیت اللہ کے سوا کسی بزرگ کی قبر، پیر کے آستانے یا بیٹھک کا طواف تو کجا کسی دوسری مسجد کے لیے بھی نہیں ہو سکتا۔ ــــــ جو شخص بزرگوں کی قبروں اور مزاروں یا آستانے اور چبوترے اور بزرگوں کے حجرے کا طواف کرے گا تو یہ عمل شرک میں داخل ہو گا۔

شرک فی السجود:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر سجدہ کے فعل کو اپنے لیے خاص فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (حج:) اے مومنو! تم رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (حم سجدہ:) سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو اور صرف اللہ کے لیے سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ سجدہ عبادت ہے اور عبادت کا حق دار صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے اس لیے غیر اللہ کے لیے سجدہ کرنا شرک ہو گا۔ ــــــ

یاد رکھیے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنے کا نام سجدہ نہیں بلکہ پیشانی کو زمین پر ٹیکنے کا نام سجدہ ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری لمحات میں یہود و نصاریٰ کے اس فعل پر لعنت فرمائی کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ ـــــ پھر اُمت کو بڑی سختی سے منع فرمایا۔ ـــــ اسی لیے علماءِ امت نے غیر اللہ کے سجدے کو حرام، کفر بلکہ شرک کہا ہے۔

قارئین کرام! میں اس مختصر سے رسالے میں شرک کی کون کون سی قسم کا ذکر کروں۔ بس یاد رکھیے جو تعظیم اور جو فعل اور جو عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت بنتا ہے وہ مخلوق میں سے کسی کے لیے کرو گے تو شرک ہو جائے گا۔ ـــــ اس نظریے سے حجرِ اسود کو چومنا کہ اللہ غائبانہ طور پر مجھے دیکھ رہا ہے۔ عبادت ہے اب اگر کوئی شخص کسی قبر کو یا مزار کی چوکھٹ کو اس نظریے سے بوسہ دے گا کہ صاحبِ قبر دیکھ رہا ہے تو یہ شرک ہوگا۔ ـــــ بَیْتُ اللّٰہ کے ایک حصے کو ملتزم کہتے ہیں جس کے ساتھ سینہ چمٹا کر مُسلمان اپنے رب کے آگے زاریاں کرتے ہیں۔

اب کسی مزار اور قبر کی جالیوں سے چمٹ کر رونا اور دعائیں مانگنا شرک فی الملتزم ہوگا مسجدوں میں اللہ کی رضا کے لیے اعتکاف بیٹھنا عبادت ہے اب کسی قبر اور بزرگ کے مزار کی مجاورت اور چِلّہ کشی اور اعتکاف شرک فی الاعتکاف ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ ایام مخصوص فرمائے ہیں کہ دُنیا بھر کے مُسلمان بَیْتُ اللّٰہ کا قصد اور ارادہ کر کے سفر کریں وہ لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ کے ترانے گاتے ہوئے مخصوص مقامات پر پہنچیں اور چند افعال بجا لائیں یہ سب کام عبادت ہوں گے اور اس کا نام "حج" ہے۔

اب جو شخص بَیْتُ اللّٰہ کے علاوہ کسی دوسری معظم جگہ کا سفر مخصوص ایام میں کرے اور وہاں حج والے اعمال کی نقل اتارے تو یہ شرک فی الحج ہوگا۔

جیسے ہمارے ہاں بزرگوں کے عرس کے ایام مقرر ہیں اور دُور دراز سے لوگ تعظیماً اس کے لیے سفر کرتے ہیں اور راستے میں اس بزرگ کے نام کے وظیفے پڑھتے ہیں اور وہاں جا کر تقریباً وہی اعمال و افعال کرتے ہیں جو ایک مُسلمان فریضۂ حج میں بجا لاتا ہے۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جتنی تعظیمیں اللہ کے گھر اور اللہ کے ساتھ مخصوص تھیں (پختہ بنانا، روشن کرنا، خوشبو لگانا، بیت اللہ کا طواف کرنا، ملتزم سے چمٹنا، حجرِ اسود کو بوسہ دینا، مقامِ ابراہیم پر نوافل، کعبہ پر غلاف ڈالنا، حج کے لیے سفر کرنا، قربانی کے جانور ذبح کرنا، تلبیہ پڑھنا، سجدہ و قیام کرنا وغیرہ) وہ تمام کی تمام تعظیمیں مدعیانِ اسلام نے قبروں، مزاروں اور بزرگوں پر خرچ کیں، اور باوجود اس کے ؎

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے